اللہ اعلیٰ و اجل

R.N — 8319/64 | REGD. NO. H-494

ضلع کرنول سے شائع ہونے والا اردو کا واحد مذہبی اخبار

پندرہ روزہ

عزیز کرنول

ماہانہ ایڈیشن

ایڈیٹر:- عبدالعزیز رحمانی

قیمت سالانہ
معاونین سے :- دس روپے
عام خریداروں سے پانچ روپے

جلد (۴) | یکم جون ۱۹۶۸ء مطابق ۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ روز شنبہ | شمارہ (۱۱ و ۱۲)

کیا اہل کتاب کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں

از:- مولانا امین احسن اصلاحی

اس دور کے بعض مجتہدین اور مفکرین سنت نے اپنی تصانیف اور تحریروں میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ از روئے قرآن اہل کتاب کی نجات کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اپنے صحیفوں اور نبیوں کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اسی طرح قرآن اور دوسرے ایمانیات پر ایمان لانا ان کی نجات کے لئے شرط نہیں۔ وہ اس کی دلیل میں سورہ بقرہ کی آیت ۶۲ اور اسی مضمون کی دوسری آیتیں پیش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان آیات میں یہود و نصاریٰ اور صابئین وغیرہ ان سب کی نجات کے لئے صرف اس شرط کو پورا کر دینے پر ان کو لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی بشارت سنائی ہے۔

ہمارے اس دور کے مشہور و ممتاز عالم قرآن مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن کے نام سے جو تفسیر لکھ رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں اس کی پہلی جلد طبع ہو کر شائع ہوئی ہے جو بسم اللہ، سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ اور آل عمران کی تفسیر پر مشتمل ہے اس میں مولانا موصوف نے سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت ۶۲ کی تفسیر کرتے ہوئے اس پر جو کلام کیا ہے وہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ اس شخص کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے کافی ہے جس کے قلب میں ... اور جو قبول حق کی صلاحیت ... ہے۔

مولانا نے پہلے اپنے طریقے کے مطابق اس آیت کے اندر الفاظ ھادوا، النصاریٰ، الصابئین وغیرہ کی تشریح کی ہے۔ اس کے بعد جس عنوان کا ہم کو ... یہ بحث کی ہے جو ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔

اس زمانہ کے بعض متکلمین اور مفکرین سنت اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جو اہل کتاب اپنے اپنے صحیفوں کی تعلیمات پر نیک نیتی کے ساتھ عمل کر رہے ہیں، قرآن مجید ان کی نجات کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں ٹھہراتا ان کے خیال میں ایسے اہل کتاب کی نجات کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے صحیفوں اور نبیوں کی تعلیم پر نیک نیتی کے ساتھ عمل کریں۔ ان لوگوں نے اپنے اس خیال کی تائید میں جن چیزوں سے استدلال کیا ہے ان میں یہ آیت بھی شامل ہے اس وجہ سے ضروری ہے کہ ہم اس آیت کا سیاق و سباق اچھی طرح واضح کریں۔ تاکہ جو لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ان کی غلط فہمی دور ہو جائے۔

اس آیت کو اس قول کی تائید میں پیش کرنے کی بنیاد یہ ہے کہ اس میں ان کے خیال میں مسلمانوں، یہود، نصاریٰ اور صابئین تمام قابل ذکر مذہبی گروہوں کے نام لے کر تصریح کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ ان میں جو بھی اللہ کے نام پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھے گا اور عمل صالح کرتا ہوا اس کے لئے ... اجر ہے اور نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی غم۔ ظاہر ہے کہ اگر اس آیت کا یہی مفہوم لیا جائے تو مذکورہ مذہبوں کے لوگوں کے لئے نجات کے واسطے نہ تو رسول اللہ پر ایمان لانے کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ اللہ پر ایمان لانے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ اور نہ اللہ اور آخرت کے سوا ان دوسرے اجزائے ایمان پر ایمان لانے کی ضرورت باقی رہتی جن پر ایمان لانا قرآن اور حدیث میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔

لیکن اس آیت کا یہ مفہوم صرف اس صورت میں لیا جا سکتا ہے جبکہ سیاق و سباق اس بات پر دلیل ہو کہ یہ آیت اجزائے ایمان کی توضیح کے لئے نازل ہوئی ہے آیت کے موقع و محل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سوال جیسا کہ ہم اوپر بھی اشارہ کر چکے ہیں یہ نہیں ہے کہ نجات کے لئے کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور کن چیزوں پر ضروری نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ خدا کے ہاں کوئی درجہ یا مرتبہ کسی مخصوص خاندان یا فرقہ یا گروہ سے نسبت رکھنے کی بنا پر حاصل ہوتا ہے یا ایمان اور عمل صالح کی بنا پر؟

اس سوال کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا ہے کہ یہ چیز صرف ایمان اور عمل صالح کی بنا پر حاصل ہوتی ہے۔ کسی خاص خاندان یا گروہ کا اجارہ نہیں ہے۔ اور مقصود اس سے یہود کے سامنے اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ انبیاء کے خاندان سے نسبت رکھنے والے اپنے آپ کو جو ایک نجات یافتہ گروہ ... سمجھے بیٹھے ہیں تو یہ سراسر ان کی غلط فہمی ہے۔ خدا سے نسبت حاصل کرنے کے لئے اصل چیز اللہ اور آخرت پر ایمان اور عمل صالح ہے۔

اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے اصل چیز اللہ اور آخرت پر ایمان اور عمل صالح ہے اور ... رسول ... بھی پیش نظر رکھئے۔

ایک یہ کہ آیت اس سورہ میں وارد ہے جس کا موضوع ہی جیسا کہ ہم شروع میں تفصیل کے ساتھ واضح کر چکے ہیں۔ رسول اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی دعوت ہے۔ اور یہ دعوت خاص طور پر یہود ہی کے سامنے پیش کی گئی اس سورہ کی کوئی بحث بھی تعلیمات اور اشارات سے قطع نظر خاص یہ سلسلہ کلام جس کے خاتمہ پر زیر بحث آیت وارد ہے اسی طرح شروع ہوتا ہے۔

ترجمہ

اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ اور مجھی سے ڈرو۔ اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے اتاری ہے۔ تصدیق کرتے ہوئے اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے اور تم اس کے پہلے انکار کرنے والے نہ بنو۔ اور میری آیتوں کو حقیر قیمت پر مت بیچو۔ اور مجھی سے تقویٰ اختیار کرو۔ (بقرہ ۴۰-۴۱)

اس آیت میں بنی اسرائیل کو صریح الفاظ میں خطاب کر کے قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور اس کے انکار کو صریح الفاظ میں کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (باقی صفحہ ۱۱ پر)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فقہ اور تفسیر میں انہیں کمال حاصل تھا

از جناب محمد اسحاق بھٹی

عائشہ نام اور حمیرا لقب، ام عبداللہ کنیت تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ماں کا نام زینب تھا اور کنیت ام رومان تھی۔ حضرت ابوبکر کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اسلام کے دور اول ہی میں نور اسلام سے منور ہو گیا تھا۔

اور حضرت عائشہ ان خوش بخت لوگوں میں سے ہیں جن کی تربیت خالص اسلامی ماحول میں ہوئی۔ اور ابتداء ہی سے ان کے کان کفر و شرک کی آواز سے نا آشنا رہے۔ وہ خود کہتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو دیکھا ان کو نعمت اسلام سے بہرہ ور پایا۔ ازواج مطہرات میں یہ خصوصیت بھی حضرت عائشہ کو حاصل ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی کنواری بیوی تھیں۔ آنحضرت نے ان سے نکاح پانچ سو درہم کے عوض مہر پر فرمایا۔ حضرت عائشہ کا نکاح اور رخصتی دونوں شوال کے مہینے میں ہوئے۔ اس سے پہلے عرب شوال کے مہینے میں نکاح اور رخصتی کو فال بد سمجھتے تھے۔ اور اس مہینے کو منحوس قرار دیتے تھے۔ کیونکہ کسی زمانے میں اس مہینے میں سخت طاعون پھیلا تھا۔ اور اس نکاح نے عربوں کی اس اوہام پرستی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ احد میں شرکت کی۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی سے منقول ہے کہ میں نے عائشہ اور ام سلیم کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

حضرت عائشہ کی ذہانت اور حاضر جوابی

ذہانت اور حاضر جوابی میں بہت مشہور تھیں۔ اس سلسلے میں ان کے متعدد واقعات تاریخ و سیر کی کتابوں میں منقول ہیں جن میں ایک واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ صلعم تشریف لائے۔ ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر تھے۔ آنحضرت نے پوچھا عائشہ یہ کیا ہے۔ عرض کی گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑے کے تو پر نہیں ہوتے۔ بولیں کیوں حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ آنحضرت نے اس برجستہ جواب سے اور بیساختہ مسکرا دیئے۔

سخاوت اور فیاضی

نہایت سخی اور فیاض تھیں۔ اور گھر میں سوائے ایک روٹی کے کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک مسکین عورت آئی اور اس نے سوال کیا۔ خادمہ کو حکم دیا کہ جو روٹی گھر میں پڑی ہے اس کو کھلا دو۔ اس نے عرض کیا روزہ کس چیز سے افطار کیجئے گا۔ فرمایا اللہ مالک ہے۔ شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا۔ لونڈی کو بلا کر کہنے لگیں کہ کھاؤ یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔

ایک مرتبہ ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر نے ایک لاکھ درہم بھیجے حضرت عائشہ نے اسی وقت راہ خدا میں تقسیم کر دیئے۔ شام ہوئی تو ام ذرہ نے کہا یا ام المومنین اس رقم سے روزہ افطار کرنے کے لئے کچھ گوشت ہی لے لیا ہوتا۔ فرمایا تم نے پہلے سے توجہ نہ دلائی۔

ایک دفعہ حضرت منکدر بن عبداللہ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا منکدر تیرے کوئی اولاد ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو تمہیں ضرور دے دیتی۔

اتفاق سے اسی شام امیر معاویہ اور ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر نے دس ہزار درہم ان کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ فرمایا کس قدر جلدی میری آزمائش ہوئی۔ اسی وقت آدمی بھیج کر منکدر کو بلوایا اور وہ دس ہزار درہم ان کو دے دیئے۔

فقاہت اور علم بصیرت

علمی بصیرت اور فقاہت کے اونچے درجے پر فائز تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بعض نہایت مشکل اور پیچیدہ مسائل دریافت کرتے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب کو کوئی مشکل بات کبھی پیش نہیں آئی جس کا حل ہم نے عائشہ سے دریافت کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی عقدہ کشائی کے لئے ان کے پاس حاضر ہوئے وہاں ذہنی تسکین اور قلبی اطمینان حاصل ہوا۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے فقہ، طب اور شاعری میں حضرت عائشہ سے زیادہ کسی کو عالم نہیں پایا۔ یہی عروہ اپنے باپ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ بسا اوقات ساٹھ ساٹھ اور سو سو شعر کے قصیدے زبانی سنایا کرتی تھیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کے صاحبزادے ابو سلمہ ایک جلیل القدر تابعی تھے کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ سے بڑھ کر سنت نبوی کا عالم فقاہت دین کا ماہر اور آیات قرآن مجید کے نزول اور فرائض کا جاننے والا کسی کو نہ پایا۔ علامہ ابوالعرباح کا قول ہے کہ حضرت عائشہ سب سے زیادہ فقیہ سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ صائب الرائے تھیں۔

مسروق جو مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں: خدا کی قسم میں نے بڑے بڑے صحابہ کو عائشہ سے مسائل فرائض و وراثت دریافت کرتے دیکھا ہے۔

امام زہری فرماتے ہیں عائشہ تمام لوگوں سے زیادہ عالم تھیں اکابر صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

فصاحت و بلاغت

حضرت عائشہ فصاحت و بلاغت میں بڑا اونچا مقام رکھتی ہیں۔ ادب و خطابت میں وہ بلند پایہ کی مالک تھیں۔ کہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا تمام صحابہ سے ممتاز تھیں۔ ان کی بعض تقریریں ادب اور زور کلام کے اعتبار سے شاہکار تھیں۔ وہ نہایت شیریں کلام اور فصیح البیان تھیں۔

جامع ترمذی میں موسیٰ بن طلحہ سے منقول ہے کہ میں نے عائشہ سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔ بعض احادیث میں جہاں حضرت عائشہ کے اصل الفاظ مروی ہیں ادب و حسن بیان نے بات کہیں سے کہیں پہنچا دی ہے۔ مثلاً آغاز وحی کے ضمن میں فرماتی ہیں کہ آنحضرت جو خواب دیکھتے تھے وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔ آنحضرت پر جب کیفیت وحی طاری ہوتی اور جبین مبارک پر عرق کے قطرے نمودار ہوتے تھے تو اس کیفیت کو اس طرح ادا کرتی ہیں۔ "جبین مبارک پر موتی ڈھلکنے لگے" واقعہ افک میں اپنی راتوں کی بے خوابی کا اظہار اس طرح کرتی ہیں "میں نے سرمہ خواب نہیں لگایا۔"

اہلبیت اور اولاد رسولؐ سے محبت

اہلبیت اور آل رسول صلعم سے انتہائی محبت کرتی تھیں اور ان کی مداح تھیں۔ جامع ترمذی میں روایت ہے کہ میری موجودگی میں حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت کس کو حاصل ہے اور کون خاتون آنحضرت کو سب سے زیادہ عزیز تھیں۔ فرمایا فاطمہ۔ پھر سوال ہوا مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے شوہر علی کو۔ مجھے علم ہے کہ قرآن کی آیت لیذھب عنکم الرجس اھل البیت سے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین مراد ہیں۔

حضرت عائشہ نے سنہ ۵۸ھ میں **وفات** کی رات ۱۷ رمضان بدھ کو ۶۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ نے پڑھائی۔ وصیت کے مطابق دفن کی گئیں۔

انتقال پرملال

الحاج خلیل الرحمن صاحب سیالکوٹ کی اہلیہ محترمہ بیٹے کے آپریشن سے بچہ تولد ہونے کے بعد دو دن کی علالت سے بروز دو شنبہ انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائیں اور مرحومہ کے لئے دعا مغفرت فرمائیں۔

اللھم اغفرلھا وارحمھا

غم خوار

محمد جمال اینڈ کمپنی

سیالکوٹ

پہلے مجھے دیکھئے

○

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو سمجھئے کہ اس پرچہ پر آپکی خریداری ختم ہو گئی۔ آپ منی آرڈر سالانہ چندہ بھیج دیجئے یا وی پی کی اجازت دیجئے۔ آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو تب بھی اطلاع دیجئے خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی پی بھیجا جائے گا۔ جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ منی آرڈر بھیج کر آپ دفتر کے وقت کو بچا سکتے ہیں۔ (ادارہ)

کرنول میں تبلیغی جماعت کا اجتماع اور اسکے تاثرات

یہ بیان اتفاق ہے کہ کرنول میں ایک عظیم الشان تبلیغی جماعت کا اجتماع ہوا جس میں ہزاروں افراد اطراف و اکناف سے بلکہ دور دراز سے جمع ہوئے تھے۔ کھانے پینے اور تمام ضروریات کا معقول انتظام تھا کسی کو شکوہ و شکایت کی گنجائش نہیں تھی۔ جسے پنڈال میں وسیع اسٹیج علماء کرام سے بھرپور اور دور دور سے تشریف لائے تھے۔ ان کی ولولہ انگیز تقریر ہوئی اور انقلاب پیدا کر دیا۔ بروز یکشنبہ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء بعد نماز عصر ایک جمع غفیر موجود تھا اور اجتماع اپنی رعنائی کی [illegible] پر تھا کہ جلسہ حاضرین کے سامنے اسٹیج پر ایک نکاح کا رسم ادا کیا گیا۔

چونکہ جلسہ تبلیغی تھا اور نکاح بھی مذہب کا جزو اعظم ہے جس کی ہر مرد و عورت کو ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس موقع پر صحیح طریقہ سے سنت کے زندہ کرنے کا احساس کرتے اور رسومات کے بجائے صورت کا [illegible] بصورت روپیہ گھوڑے جوڑے [illegible] تو یقین ہے اس کا بہت زیادہ اثر ہوتا کیونکہ نکاح نصف الایمان کی درستگی سے تمام ایمان کی اصلاح اور درستگی ہو جاتی۔ اور یہ تبلیغی جلسہ در اصل اسم با مسمی ہوتا اور اس نیکی سے ہر کی حیرانی اور پریشانی باقی نہیں رہتی۔ افسوس علماء کو اس کا کچھ بھی احساس نہ ہوا گویا ہر جماعت کے نزدیک کچھ اہمیت ہی نہیں رکھتا تھا۔ اور انہوں نے ایک بندہ دو گوش خطبہ نکاح پڑھ دیا اور ایجاب و قبول کرا دیا۔

سنا ہے ان دو خاندانوں میں ایک لڑکا کا مہر تو پانچ سو پچیس روپیہ ہے اور دوسری لڑکی کا مہر بارہ سو پچیس روپیہ اور [illegible] کی مالی حیثیت بلند نہیں ہے اس صورت میں علماء کو حق تھا کہ وہ اپنی تبلیغی ذمہ داری ادا کرتے۔ مہر اور دلہن کے [illegible] کہ مہر ادا کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے صرف رسم و رواج کیلئے مقرر نہیں کیا جاتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ تھوڑا مہر مقرر کرو اور وہ بھی فی الفور ادا کرو۔ نہایت مناسب اور موزوں تھا۔ [illegible] اس میں مہر کی تخفیف کا بہت بڑا اور نہایت برا اثر ہوا۔ یہی طریقہ ہر تمام کرنول میں پھیل گیا اور لوگوں نے مہر کی تخفیف پر اظہار افسوس کیا۔ نکاح کے مسائل جیسے سے زیادہ [illegible] کا مسئلہ مہر کا مسئلہ ہے جو از اول

بجز اسکے کہ ہے جو نص قرآنی ہے وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم۔ یعنی تم عورتوں کو حاصل کرو مال کے عوض میں اسی لئے بغیر مہر کے نکاح ہو جائیگا تو بعد مہر مثل لازم آئے گا۔ یعنی کسی صورت میں انسان اپنے نکاح میں مہر سے بچ نہیں سکتا۔

افسوس ہے اکثر لوگ مہر کی اہمیت کو نہیں جانتے اور وہ مہر کو صرف رسم و رواج سمجھ ماننے ہیں اور معاف کئے ہیں کہ پھر کون دیتا ہے جو ہم دینگے۔ بات یہی حاضرین کے سامنے خود دولہا کا باپ کہتا ہے جتنا چاہے مہر باندھ لو وہ دینا نہیں اور ہم لیتے نہیں۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ نکاح میں یہ نیت کر لیتے ہیں کہ ہم مہر نہیں دینگے۔ اور نہ ہم پر واجب الادا ہے تمام تر نکاح ایسے ہی ہوتے ہیں جو شریعت میں بالکل حرام قطعاً حرام ہیں۔

مزید برآں مہر کی دو قسم کی ہیں۔ (۱) مہر معجل اور نکاح کے وقت ادا کر دیا جاتا ہے اصل میں یہی ہے جو دلہن سے پہلے ادا کر دیا جائے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد فرمایا کہ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ۔ یعنی آپ کے لئے صرف ان عورتوں کو حلال کیا ہے جن کا مہر آپ نے ادا کر دیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا اور آپ بیوی فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے حجلہ میں داخل ہونا چاہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو روک دیا اور فرمایا پہلے کچھ رقم ادا کرو تو پھر حجلہ میں داخل ہو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا زرہ فروخت کیا اور انکی رقم مہر میں ادا کی پھر حجلہ گئے۔

البتہ نادار اور مفلس کے لئے اسلام میں رخصت ہے کہ وہ فی الحال نکاح پڑھ لے اور جہاں تک ہو سکے بیوی کا مہر سب سے پہلے اور جلد تر ادا کرے یعنی وہ سب کی قرض ہو اور اول یہی کا مہر ادا کرے پیچھے دوسرے قرضوں کو ادا کرے۔ یہی اسلام اور اسلام کا اصول ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ اسی اصول کی طرف رجوع کریں اور اپنی بیوی کے مہر جلد سے جلد تر ادا کر دیں۔

دوم: مہر مؤجل یہ وہ مہر ہے جو کسی دوسرے وقت پر ادا کیا جاتا ہے۔ اسکی تعریف ہے میاں بیوی میں طلاق ہو

محاکمات

منقول از ماہنامہ ارشاد حیدرآباد جولائی ۱۹۷۶ء

بریلویوں کا عقیدہ:- اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی محفل شریف منعقد کرنا اور بوقت ذکر ولادت دست بستہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا جائز و ثواب ہے جائز و ثواب و مستحب و مستحق ہے۔ (قرآن شریف)

دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ بار بار میلاد شریف کرنا کنہیا کے جنم کے مثل بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ قیام خرافات بری حرکت قابل ملامت اور فسق حرام ہے۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی و مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:- یہ ہر سال اعادہ ولادت کا مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال کرتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔ (براہین قاطعہ ص ۱۴۸)

عرض جعفر:- ہم حیران ہیں کہ قرآن مجید کی کس سورۃ میں محفل کے انعقاد و کو ذکر کیا ہے اور کس پارہ میں ذکر ولادت پر دست بستہ کھڑے ہونے کو مستحب اور مستحق قرار دیا ہے۔ افسوس ہے ایک بدعت کے ثبوت پر قرآن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ صرف ضلالت اور گمراہی نہیں بلکہ قرآن کی تحریف اور تبدیل معنوی ہے۔ کسی مسلمان کو قرآن کے ساتھ ایسی حرکت کرنا ہرگز درست نہیں۔ قرآن مجید مقدس اور پاک ہے

ہم پر ایک کا اتحال ہو تو اس وقت اس مہر کا مطالبہ کیا جائیگا۔ یہ اسلام کا مہر مجہول ہے۔ اسی لئے قرآن و حدیث اور اجماع میں اس کا ثبوت نہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس برے مہر سے پرہیز کرے اور اپنی جزا اور لگا ہر کرے اور جہاں تک ہو سکے اس کو روکنے کی کوشش کرے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے۔ ہم بجائے اور صحیح سنت کی پیروی نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔

اس پر جھوٹ گھڑنے اور قیام کرنے کے نظریات اور خرافات نہیں اگر قرآن میں یہ احکام اور استحباب ہوتا تو سب سے پہلے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ہر سال اس مجلس کا انعقاد فرماتے کیونکہ وہ سب سے زیادہ قرآن مجید کے متبع اور فرمانبردار تھے پھر سارے صحابی اس مبارک اور مقدس مجلس کے لئے اپنی جان کی بازی لگاتے اور اپنے خون کا قربانی دیتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی میں ایک بار بھی محفل نہیں کی اور تمام صحابہ نے بھی اس محفل کا تصور تک نہیں کیا۔

ان صورتوں میں ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ اس بدعت کا ذکر بلکہ اشارہ تک قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اور جو حوالہ دیا گیا ہے وہ محض جھوٹا اور دھاندلی ہے۔ البتہ قرآن مجید سورہ احزاب میں درود و سلام پڑھنے کا حکم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود درود و سلام پڑھتے صحابہ کو تعلیم دیتے اور امت کو تلقین فرماتے تھے کہ نماز میں تشہد اور تشہد میں درود و سلام پڑھیں۔ چنانچہ آج بھی امت کا ہر فرد اس سنت کو ادا کرتا ہے اور قیامت تک ادا کرتا رہے گا۔ اس سنت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے ہوئے ادا کیا۔ صحابہ کرام نے بھی تشہد میں بیٹھے ہوئے اسی سنت کو ادا کیا۔ انکے بعد تمام امت کا معمول ہمیشہ یہی رہا کہ بیٹھے ہوئے درود و سلام پڑھتے رہے اور قیامت تک یہی اصول رہیگا۔ جو لوگ زبردستی کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں وہ اجماع امت کے مخالف اور سنت متواترہ کے باغی ہیں۔ اور ان پر کفر کا احتمال ہے۔ اللہ اعلم۔

دنیا میں ہر قوم اپنے ہادی اور رہبر کا جشن میلاد مناتی ہے۔ عیسائی ماہ دسمبر کے اواخر میں عیسیٰ علیہ السلام کا جشن میلاد مناتے ہیں۔ مجوسی زرتشت کی ولادت پر جشن نوروز مناتے ہیں۔ اسی طرح ہنود بھی سانگ کنہیا کی ولادت کے۔ یہ ان جشنوں کی ساری حقیقت صرف یہی ہے کہ وقت پر ہادی و رہبر کی مدح سرائی کی جائے ان کی تعریف و توصیف میں دو چار نظمیں پڑھی جائیں ان کے مولد کی یادگار میں وہ افسانے بیان کئے جائیں جب جشن ختم ہو جائے تو ایسی ہی رنگ کی جائے کہ

الرؤیا یعنی خواب کی حقیقت

سال تک ہمارا صرف جا کوئی رشتہ اور تعلق نہیں۔ اگر ہم اسی طرح سال میں ایک بار اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن میلاد منا لیں اور پھر سال بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز زندگی گزاریں تو یقیناً ہم نے رسول اکرم کی توہین و تحقیر کی۔ کیونکہ آپ کی ذات مقدس ان جشنوں سے کہیں درجہ بلند و بالا ارفع و اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات اقدس کو ہمارے لئے اسوہ حسنہ بنایا۔ آپ کی یادگاری کے لئے کوئی دن، جشن، سال اور ساعت مقرر نہیں کیا بلکہ ہر وقت، ہر لحظہ اور ہر ساعت آپ کی اطاعت، وفاداری میں گذارنے کی تاکید کی۔ ایک مومن جاگنے سے شام تک، پیدائش سے موت تک رسول اللہ کی یادگاری اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے۔ اپنی ساری زندگی اور حیات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مومن صبح میں اپنے بستر پر جاگتا ہے۔ فوراً اس کا دھیان رسول اللہ کی طرف جاتا ہے کہ میرے رسول جب نیند سے جاگتے تو کیا کرتے۔ وہ فوراً اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور وفاداری میں وہ دعا کے الفاظ دہراتا ہے جو رسول اللہ پڑھا کرتے تھے۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا الخ۔ پھر وہ جوتا پہنتا ہے تو اپنے رسول کا خیال کرتا ہے کہ وہ جوتا کس طرح پہنتے تھے۔ پھر بایاں پاؤں داخل کرتا ہے پھر بیت الخلا جاتا ہے تو رسول اللہ کو یاد کرتا ہے کہ آپ بیت الخلا میں کیسے داخل ہوتے تھے پھر وہ سنت نبوی کی اتباع میں بایاں پاؤں داخل کرتا ہے۔ اسی طرح وضو میں ہر عضو دھونے میں رسول اللہ کی سنت یاد کرتا اور عمل کرتا جاتا ہے۔ اور شام تک اپنی ہر گفتار رفتار میں ہر قول و عمل میں ہر حرکت و سکونت میں اپنے رسول کی سنت کو یاد کرتا اور عمل کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اس کی پاک اور صالح زندگی ہوتی ہے۔ اب کوئی بتائے کہ یہ پاک زندگی افضل ہے یا مروجہ جشن جس میں ابتداء سے انتہا تک صرف بدعت اور اغیار و گمراہ قوموں کی پابندی بھری ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

ناقابل اشاعت مضامین واپس نہیں کئے جاتے

رؤیا یعنی خواب کی حقیقت بھی مختلف دنیا کے عجائبات میں ہے۔ اور بجز علماء ربانی کے اس حقیقت کو کوئی دوسرا شخص جان نہیں سکتا۔ جن لوگوں نے اصول فلسفہ میں اس کی تشریح کی ہے انہوں نے اس کے سمجھنے میں غلطیاں کی ہیں۔ اور مادی فلسفی تو سرے سے روحانی حقائق کا انکار ہی کر دیتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کے مشکل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت رؤیا کو علوم نبوت میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی لئے جب تک کوئی شخص رؤیا کی حقیقت سے واقف نہ ہو ممکن نہیں کہ وہ حقیقت رؤیا کو بخوبی سمجھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رؤیائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس حدیث میں چھیالیس کی قید اتفاقی ہے مقصود یہ ہے کہ حقیقت رؤیا علوم نبوت میں داخل ہے۔ جس کی بناء وحی آسمانی پر ہوتی ہے۔ بعض اہل فلسفہ جنہیں علوم نبوت سے کچھ تعلق نہیں ہے اور اپنے وساوس کے پابند رہتے ہیں حقیقت رؤیا کا انکار کرتے ہیں اور نقلیات کو پایہ اعتبار سے ساقط کر دیتے ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ اس حقیقت کی تصدیق میں جمیع کتب سماویہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اکابرین دین بالاتفاق قائل اور ناطق ہیں۔ اس سے انکار کر دینا محض جہالت اور حماقت ہے۔ ان کا انکار ناقابل اعتبار ہے۔ الناس اعداء ما جہلوا۔ لوگ جس چیز کی حقیقت سے آشنا اور باخبر نہیں اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

رؤیا کے اقسام

اخبار و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ رؤیا کے تین اقسام ہیں۔ (الف) وہ رؤیا جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے (ب) وہ رؤیا جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے (ج) وہ رؤیا جس کو حدیث النفس بولتے ہیں۔ مگر ایک حدیث میں رؤیا کی تقسیم یوں کی گئی ہے۔ (الف) وہ رؤیا جو اللہ کی طرف سے ہو (ب) وہ رؤیا جو روحانی ملک یعنی فرشتے کی طرف سے ہو (ج) وہ رؤیا جو شیطان کی طرف سے ہو۔

اقسام مذکورہ بالا میں مابہ الامتیاز

(الف) وہ رؤیا جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ خواب اور واقعہ دونوں ایک ہی ہوتے ہیں۔ اور اس میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا یعنی جیسا خواب دیکھتے ہو ویسا ہی اسی طرح بیداری میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی لئے اس میں تاویل اور تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ مقام اعلیٰ درجہ کے مقربین کے سوا دوسروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ زیادہ تر یہ انبیاء کرام علیہم السلام ہی کو نظر آتا ہے۔ اور یہ وحی کا حکم اور درجہ رکھتا ہے۔ جس میں ظن اور گمان کو دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے دیکھا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ایسا رؤیا اولیاء اللہ اور صالحین کو بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ متعدد روایات صحیحہ سے ثابت ہے مگر غیر نبی کا رؤیا شریعت میں حجت نہیں۔

(ب) وہ رؤیا جو ملک روحانی یعنی فرشتے کی طرف سے ہوتا ہے وہ عموماً کسی تمثیلی صورت میں ہوتا ہے جس میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ہر دو رؤیا خیر محض ہوتے ہیں۔ اور ان سے روح کو ایک گونہ انبساط اور سرور ہوتا ہے۔

(ج) وہ رؤیا جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے روح کے لئے موجب وحشت اور خوف ہوا کرتا ہے اور کبھی ناگوار کی خبر دیتا ہے خواہ دینی امور کے متعلق ہو یا دنیوی امور کے متعلق۔

(د) حدیث نفس کی صورت یہ ہے کہ انسان کو بیداری کی حالت میں جن امور کا زیادہ خیال رہتا ہے یا جن کے ساتھ اقتضائے نفس کو زیادہ تعلق رہتا ہے ان کی مثالیں صور عقلیہ یا حسی خیالات کی شکل صورت میں متمثل ہو کر نظر آتی ہیں۔

رؤیاء صحیحہ کی مختلف اقسام

رؤیاء صحیحہ کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بندے کے دل میں القاء کرتا ہے جو بصورت کلام ہوتا ہے جس سے وہ بحالت خواب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ فرشتہ کو اللہ تعالیٰ اس امر پر مقرر کر دیتا ہے کہ وہ کسی واقعہ کو تمثیلی صورت میں دکھا دیتا ہے جس کے لئے تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا حل ہر [illegible] سلیم الفطرت پورا کر سکتا ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ سونے والے کی ارواح سے مردوں کی ارواح ملاقات کرتی ہیں اور بعض امور کی خبریں دیتی ہیں۔ کبھی سونے والے کی روح کو بارگاہ رب العزت میں لے جاتے ہیں اور وہاں اس کے ساتھ خطاب کیا جاتا ہے اور کبھی سونے والے کی روح جنت میں داخل ہو کر وہاں کا مشاہدہ کرتی ہے ان مختلف صورتوں کی توجیہ میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔

ایک گروہ اہل علم کا خیال ہے کہ تمام علوم اور معارف نفس میں فطرتاً مضمر اور پوشیدہ ہیں جو تعلق جسمانی کی وجہ سے محجوب رہتے ہیں جو کہ خواب کی حالت میں روح کو ایک گونہ تجرد حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ خصوصیت کی مناسبت کی وجہ سے ارواح مجردہ سے ملاقات کرتی ہے۔ اور اسی حال میں اس کے علوم اور معارف کا کامل انکشاف ہوتا ہے جو اس میں فطرتاً پوشیدہ تھے۔ اس توجیہ میں قابل غور یہ امر ہے کہ تجرد ارواح تو انکشاف علوم کا موجب ہوتا ہے۔ مگر جمیع علوم معارف کا انکشاف نہیں ہوتا کیونکہ علوم اور معارف نبوت کے ساتھ مخصوص اور وابستہ ہیں وہ انبیاء کرام کی تعلیمات کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً گذشتہ امتوں کے حالات یا قرب قیامت کی علامات اور شرائع و دیانات وغیرہ وغیرہ ایسی تعلیمات ہیں جو تعلیم نبوی کے سوا اور کسی صورت سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

اور دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ رؤیاء صحیحہ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک روحانی یعنی فرشتہ کو حکم دیتا ہے تو وہ سونے والے کی استعداد اور قابلیت کے مطابق متنوع صورت کو محسوس صورت میں دکھاتا ہے۔ اور کبھی بعینہٖ اصلی صورت میں جو وقوع میں آنے والے واقعہ کے ساتھ بالکلیہ مطابق ہوتی ہے یہی مذہب اقرب الی الصواب ہے۔

رؤیاء صحیحہ و کاذبہ کی وجہ

طبرانی نے روایت کیا حضرت عبد اللہ بن عباس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے۔ انسان کبھی کسی بات کو بھول جاتا ہے اور پھر اس کو یاد کر لیتا ہے۔ اور رؤیا کیسے صادق ہوتا ہے اور کیسے کاذب؟ آپ نے فرمایا کہ قلب پر ایک ابر کا پردہ چھایا رہتا ہے جس کی مثال ایسی ہے جیسے ہالہ یا بادل چاند کے سامنے آ گیا ہے۔ سو اس حالت میں کسی بات کا نسیان ہوتا ہے۔ (باقی صفحہ پر)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

از۔ جناب الحاج مولوی عبدالرزاق صاحب ایڈووکیٹ [illegible]

آپ کی کنیت ابو حفص اور عمر نام۔ آپ کے والد بزرگوار عبدالعزیز جو خاندان بنی امیہ میں ایک ممتاز اور ذی عزت شخص تھے مصر کے گورنر تھے [illegible] پوری طرح قابل تھا۔ خود ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں مصر آیا عبدالعزیز کی گورنری کے زمانہ میں گیا۔ اور یہ دل میں تمنا تھی کہ میں مصر کا گورنر ہوتا اور مسلمانوں کی دونوں بیویاں اپنے حبالہ عقد میں لاتا اور قیس بن کلیب [illegible] یہ سب پوری ہوگئیں۔ چنانچہ انہوں نے ۲۰ سال، ۱۰ مہینے ۱۰ دن مصر کی گورنری کی جو کسی دوسرے گورنر کا دور حکومت اس قدر ممتد نہ رہا۔ حضرت عمرؒ کی والدہ محترمہ ام عاصم جو حضرت عاصم بن عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ خلیفہ وقت رات کو گشت کرتے ہوئے ایک دیوار کے نیچے تھک کر بیٹھ گئے۔ گھر میں ایک عورت نے اپنی لڑکی سے کہا کہ دودھ میں پانی ملا دے۔ تو لڑکی نے کہا کہ امیر المومنین نے منادی کرا دی ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے تو ماں نے کہا کہ اس وقت عمرؓ اور ان کے منادی دیکھ نہیں رہے ہیں پانی ملا دو۔ اس کے بعد لڑکی نے کہا کہ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجمع میں امیر المومنین کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی نافرمانی کا داغ اپنے دامن پر لگاؤں۔ حضرت عمرؓ یہ سب گفتگو سن رہے تھے۔ صبح ہوئی ان کے حالات دریافت کرتے تو معلوم ہوا کہ اس گھر میں لڑکی کنواری اور ماں بیوہ ہے۔ اس پر آپ اپنے لڑکوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر مجھے نکاح کی ضرورت ہوتی تو میں خود اس لڑکی سے نکاح کرتا۔ تم میں سے جو پسند کرے تو میں ان سے نکاح کر دیتا ہوں۔ لہٰذا آپ نے اپنے فرزند عاصم سے اس لڑکی کا نکاح کرا دیا۔ اسی لڑکی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ام عاصم پیدا ہوئیں۔ اس لحاظ سے حضرت عمرؓ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پرنانا ہوتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ منورہ میں ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے والد گورنر مصر تھے۔ مدینہ میں صالح بن کیسان نے جو محدث تھے [illegible] کے ساتھ ان کو دینی و اخلاقی تعلیم دی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے نماز میں تاخیر کی تو استاد نے ان سے دریافت کیا۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ بال سنوارنے میں دیر ہوگئی۔ اس کی اطلاع عبدالعزیز کو دی گئی تو انہوں نے فوراً ایک آدمی مدینہ روانہ کیا جس نے آکر پہلے ان کے بال منڈوائے۔ اس کے بعد آپ سے بات چیت کی۔ بچپن ہی میں آپ حافظ قرآن بنے اور تابعین کے علاوہ متعدد صحابہ کرام سے حدیث کی روایت حاصل کی۔ ان بزرگوں کے فیض صحبت سے حضرت عمرؒ کو یہ درجہ حاصل ہوا کہ بڑے بڑے محدثین آپ کے فضل و کمال کا اعتراف فرماتے تھے۔ علامہ ذہبی جیسے محقق بھی آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ بڑے امام بڑے فقیہ بڑے مجتہد حدیث کے ماہر اور معتبر حافظ تھے۔ علم کے شوق سے خود آپ کا بیان ہے کہ جب میں مدینے سے فارغ ہو کر نکلا تو اہل مدینہ میں مجھ سے بڑا کوئی عالم نہ تھا لیکن شام آکر سب کچھ بھول گیا۔ یہ وہی معمر [illegible] سلطنت نے اچھی مزاولت علم کا موقع نہ دیا۔ آپ کی شادی فاطمہ بنت عبدالملک سے ہوئی۔

مدینہ کی گورنری

اگرچہ کہ آپ کے نفس و دل کا تقاضا بجز صرف مسند درس ہو سکتا تھا۔ لیکن خاندان خلافت کی وجہ سے آپ کو مسند خلافت کے لئے منتخب کیا گیا۔ ۸۶ھ میں جب ولید بن عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے آپ کو حجاز کے بجائے مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ جب آپ شام سے مدینہ منورہ تشریف لائے دس اکابر فقہا کو جمع کر کے فرمایا کہ آپ حضرات سے مشورہ کے بغیر میں کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتا۔ آپ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں یا میرے کسی عامل کے متعلق ظلم کا حال معلوم ہو تو خدا کی قسم فوری اس معاملہ کو مجھ تک پہنچائیں۔ وہ سب لوگ بہت ہی خوش ہو کر واپس ہوئے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

آپ کی گورنری کے زمانہ میں آپ کی سب سے بڑی یادگار مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر ہے۔ اگرچہ کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے مسجد کی تعمیر اور اضافہ شروع ہو چکا تھا۔ بالخصوص حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں اس کو بہت شاندار بنایا گیا تھا لیکن حضرت علیؓ کے زمانہ سے عبدالملک کے زمانہ تک کسی خلیفہ نے اس میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ ۸۸ھ میں ولید نے آپ کو لکھا کہ مسجد نبوی کی تعمیر از سر نو کی جائے۔ اس تعمیر کی تفصیل یہ ہے: آپ نے اکثر فقہائے مدینہ قاسم، سالم، ابو بکر بن عبدالرحمن وغیرہ کو ساتھ لیکر مسجد کو شہید کر کے از سر نو اس کی داغ بیل ڈالی۔ خلیفہ وقت نے شاہ روم کو لکھا کہ ہم اپنے پیغمبر کی مسجد کی تعمیر کر رہے ہیں مدد دو۔ چنانچہ شاہ روم نے لاکھ مثقال سونا ۱۰۰ مزدور اور چالیس گھوڑے فسیفساء لاد کر [illegible] روانہ کیا۔ اور مدائن کے علاقے سے بھی یہ سامان آیا تو آپ نے اس اہتمام سے تعمیر مسجد شروع کی کہ جب کوئی کاریگر ایک بڑا درخت بناتا تو اس کو ۳۰ درہم انعام دیئے جاتے۔ مسجد کے کنگرہ اور محراب کی ایجاد کا شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ ۸۸ھ میں تعمیر شروع ہو کر ۹۱ھ میں تعمیر ختم ہوئی۔ اور اسی سال ولید حج کے بعد مسجد نبوی دیکھنے [illegible] وقت مقصورہ کی چھت پر نظر پڑی تو کہا کہ سب چھت اس طرح کیوں نہیں بنائی گئی۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ اس میں خرچ بہت زیادہ آتا ہے۔ صرف قبلہ کی دیوار اور دونوں چھتوں کے درمیان ۴۵ ہزار دینار صرف ہوئے ہیں۔ ولید کے ایما پر آپ نے فوارہ بنوایا۔ مدینہ کے اطراف جہاں جہاں سرکار دو عالم نے نمازیں پڑھی تھیں اس جگہ چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنائی گئی تھیں۔ آپ نے ان کو منقش پتھروں سے تعمیر کرایا۔ مدینہ کے اطراف کنویں کھدوائے اور پہاڑی دشوار گذار راستوں کو بھی تعمیر کرایا۔ خلفائے راشدین کے طریقے کے موافق آپ حجاج کو [illegible] کرتے تھے۔ ۸۷ھ سے ۹۳ھ تک آپ نے مدینے کی گورنری فرمائی۔ حجاج کے کہنے پر ولید نے آپ کو معزول کر کے فلاں کو مدینہ کا گورنر بنایا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ ہی نے خود استعفیٰ دے دیا۔

خلافت

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔ جب وہ ۹۹ھ میں سخت بیمار ہوا تو رجاء بن حیوۃ کے ایما سے حضرت عمرؒ کے لئے خلافت کی وصیت تحریر کی۔ اس کی وفات کے بعد رجاء نے سب کے سامنے وصیت نامہ پڑھ کر سنایا تو ہشام بن عبدالملک نے اپنی ناراضی [illegible] اور رجاء نے حضرت عمرؒ کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر کھڑا کر دیا۔ ادھر سلیمان کو قبر میں آپ ہی نے اتارا۔ شاہی سواریاں آپ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا خچر کافی ہے۔ اور افسر پولیس جو نیزہ لے کر آگے چل رہا تھا اس کو ہٹا کر فرمایا کہ میں سب مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں۔ تخت [illegible] سلیمان کے اہل و عیال کے لئے چھوڑ دیا اپنے ہی خیمہ میں اترے اور نہایت ہی متردد ہو کر مسجد میں جا کر خطبہ دیا۔ جس میں کہا کہ لوگو مجھ پر خلافت کا بار بغیر میری رائے اور درخواست کے یا عام مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر ڈالا گیا ہے۔ جو اسلامی جمہوریت کے خلاف ہے۔ میں ہٹ جاتا ہوں۔ آپ لوگ جس کو پسند کریں خلیفہ مقرر کر لیں۔ اس پر تمام لوگوں نے باواز بلند کہا کہ ہم آپ ہی کو خلیفہ بناتے ہیں۔ اس پر آپ راضی ہوگئے۔ دوسرا خطبہ دیا کہ جو لوگ خدا کی عبادت کریں ان کی اطاعت کرتا رہو جب تک میں خدا کے احکام کے مطابق چلوں میری اطاعت کرو ورنہ نہیں۔

خلافت راشدہ کے بعد خلافت بنو امیہ کا دور شروع ہوا جو کہ اس میں بڑے بڑے فرمانروا گزرے ہیں۔ عبدالملک نے ۲۱ سال حکومت کی اور سلطنت کی بنیاد مستحکم کی۔ ولید نے اس کثرت سے فتوحات کیں اور اس کثرت سے عمارتیں تعمیر کرائیں کہ تمام دنیا اسلامی تمدن کا تماشا گاہ بن گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی عبدالملک کے بھتیجے ہیں۔ آپ کو نہایت ہی وسیع ملک ملا۔ اور آپ نے اس کو ہر قسم کی خیر و برکت سے لبریز کر دیا۔ اور زمانہ کی باگ پھیر کر اس کو عہد صحابہ سے ملا دیا۔ اسی لئے محدثین نے آپ کو عہد اسلام میں شمار کیا ہے۔ کئی اکابرین نے آپ کے تعلق سے متعدد کتابیں لکھیں۔

مالِ مغصوبہ کی واپسی

خلفائے بنو امیہ نے رعایا کے مال و جائداد پر ناجائز قبضہ کر رکھا تھا اس لئے ان اموال کی واپسی آپ کا پہلا مقدم فرض تھا۔ جب آپ خلیفہ سلیمان کی تجہیز و تکفین سے واپس ہو کر قیلولہ کرنا چاہا تو آپ کے صاحبزادے عبدالملک نے آکر کہا کہ اموال مغصوبہ کی واپسی سے پہلے آپ کیسے سو سکتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ سلیمان کی تجہیز و تکفین میں شب بیداری کی ہے۔ ظہر کے بعد یہ خدمت انجام دوں گا۔ عبدالملک نے کہا کہ ظہر تک آپ کی زندگی کا

ذمہ دار کون ہوگا؟ اس پر آپ بہت خوش ہوئے بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دے کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اتفاق کر فوری منادی کرائی گئی کہ لوگ اموال مغصوبہ کے متعلق اپنی شکایتیں پیش کریں۔ جب لوگ جمع ہوئے تو آپ منبر پر چڑھ کر سب سے پہلے اپنی جاگیرات کی سندیں جو تھیں [illegible] وغیرہ ہی قینچی مقراض سے کتر وادیئے اور ان سے دست بردار ہوگئے۔ اور ولیعہد کا دیا ہوا انگوٹھی کا نگینہ بھی واپس کر دیا۔ ان سب سے اہم معاملہ باغ فدک کا تھا جو ان کے [illegible] وراثتاً ملا تھا۔ اور جب وہ خلیفہ ہوئے تو ان کے اہل و عیال کی معاش کا واحد ذریعہ تھا۔ اس کے حالات دریافت کرکے اس کو بھی اہل بیت کو واپس لوٹا دیا۔ آپ کی بیوی فاطمہ کے پاس ایک بیش قیمت جوہر [illegible] فرما دیا تھا۔ اس کا حال دریافت کرکے [illegible] فاطمہ کے پاس ایک قیمتی جوہر تھا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ یا تو اس کو واپس کر دو یا مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ بیوی نے اس کو بیت المال میں داخل کر دیا۔ اس کے بعد اموال مغصوبہ واپس دلا دیا۔ اور یہ سلسلہ تادم زیست رہا۔ اس کے متعلق عمال کے نام تاکیدی احکام روانہ فرمائے اور عدالت وغیرہ کی صورت میں سخت ناراض ہوجاتے تھے۔ اموال مغصوبہ کی واپسی کا اثر تو اس پر جو بعض خاندان کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کئے تھے یہ ہوا کہ انہوں نے جنگ کرنی بند کردی۔ دوسری طرف تمام خاندان بنی امیہ سخت برہم ہوگئے۔ چونکہ ایک طرف تو تمام جاگیریں ہاتھ سے نکل گئیں اور دوسری طرف ان کا تعاون اور اثر نیچا نا رہا۔ متعدد مرتبہ توجہ دلائی جانے پر بھی آپ اس سے باز نہ آئے۔ بالآخر یہی ان کی موت کی سازش کا موجب بنی۔ آپ نے زہر دیئے کے بعد ۲۰ دن تک زندہ رہ کر ۲۵ رجب سنہ ۱۰۱ھ کو ۳۹ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ جب آپ کی موت کا وقت آیا تو کمرہ سے سب کو نکل جانے کا حکم دیا۔ دروازہ پر آپ کی بیوی فاطمہ اور مسلمہ بیٹھے رہے اندر سے آواز سنائی دی کہ کیا مبارک چہرے ہیں جو نہ آدمیوں کے ہیں اور نہ جنوں کے جس کے بعد آیت شریف جس کا ترجمہ یہ ہے (یہ دار آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بناتے ہیں جو زمین میں نہ تکبر چاہتے نہ فساد کرتے ہیں۔ اور عاقبت صرف پرہیز گاروں کے لئے ہے) اس کے بعد جب دروازہ کھولا گیا تو آپ کا انتقال ہوچکا تھا۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ سرکار صلعم کے چند موئے مبارک اور چند ناخن کفن میں رکھ دیں۔ آپ کی موت سے نہ صرف دنیائے اسلام ہی غم میں مبتلا ہوئی بلکہ دیگر اقوام نے بھی اظہار غم فرمایا۔ شاہ روم نے نہایت ہی رنجیدہ ہوکر کہا کہ ان کے قدموں کے نیچے دنیا تھی لیکن انہوں نے اس کو پامال کرکے راہبانہ زندگی اختیار کی۔ آپ کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ کا ترکہ صرف ۱۷ دینار تھا۔ ۵ دینار کفن و قبر پر صرف ہوئے۔ ۱۱ لڑکوں میں ہر ایک کو ۱۹-۱۹ درہم ملے۔ آپ کے لڑکے نے ایک دفعہ سو گھوڑے جہاد میں دیئے۔ اس کے برخلاف ہشام بن عبدالملک کو بھی (۱۱) لڑکے تھے ہر لڑکے کو دس دس لاکھ دینار ملے تھے لیکن اس کے ایک لڑکے کو دیکھا گیا کہ لوگ اس کو صدقہ دے رہے تھے۔ جب خلفاء بنو امیہ کے ساتھ آپ کا موازنہ کی جائے تو آپ نے سوائے نام نیک کے کچھ نہ چھوڑا۔

اخلاق و عادات اخلاق کی یہ صفت: حسن خلق تواضع مساوات علم۔ تورع و دیانت میں آپ اپنی مثال تھے۔ بیسیوں واقعات ہیں جن کا اعادہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔ ایک دفعہ سرکاری باورچی خانہ سے پانی گرم کرکے آیا تو آپ نے اس پانی سے وضو کرنے سے انکار فرمایا۔ ایک دفعہ گوشت کا ٹکڑا بھونے کے لئے دیا گیا تو غلام نے اس کو سرکاری باورچی خانہ سے گرم کرکے لایا تو آپ نے اس کو کھانے سے انکار فرمایا وغیرہ۔

زہد و تقشف خلافت سے پہلے آپ نہایت ہی ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرتے روز نئے کپڑے پہنتے تھے جب لوگ آپ کے کپڑوں کو دیکھتے تو آپ کہتے تھے وہ پرانے ہوگئے۔ کپڑوں کی خوشبو کے لئے پوری [illegible]۔ داڑھی پر نمک کی طرح عنبر چھڑکا جاتا تھا۔ خود ان کے الفاظ ہیں کہ میرے خاندان میں یا دوسرے کے خاندان میں کوئی شخص میری طرح امیرانہ زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا۔ مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں ایک جبہ خریدنے کا حکم دیا گیا تو اس کو دس اشرفی میں خرید لایا گیا تو فرمایا کہ اس میں کرختگی معلوم ہوتی ہے۔ جب آپ خلیفہ ہوگئے تو آپ کی زندگی دفعتہً بدل گئی۔ آپ پہلے عمر بن عبدالعزیز تھے اب عمر بن خطاب ؓ حسن بصری۔ امام زہری ہوگئے۔ خود انہوں نے فرمایا کہ میرا دل آخرت کی طرف مائل ہوا ہے۔ اور آخرت کو دنیا کے مقابل برباد کرنا نہیں چاہتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب آپ بادشاہ نہ تھے تو اس وقت سب سے بڑے بادشاہ تھے۔ جب آپ بادشاہ بنے تو بالکل ہی راہب کی طرح ہو گئے۔ اپنی تمام زیب و زینت کا سامان ۲۳ ہزار دینار میں فروخت کرکے راہ خدا میں دیدیا۔ خلافت کے بعد آپ کا کل لباس یعنی عمامہ۔ قمیص قبا۔ کرتا اور پاجامہ کی قیمت صرف ۱۲ درہم تھی معمولی موٹا کپڑا پہنتے تھے۔ ان میں متعدد پیوند لگے رہتے تھے۔ اکثر اوقات جسم پر ایک ہی کپڑا اس کو بار بار دھو کر پہنتے۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ امیر المومنین خدا نے آپ کو سب کچھ دیا ہے۔ کاش آپ عمدہ کپڑے پہنتے تو آپ نے فرمایا کہ میانہ روی تمول کی حالت میں اور عفو و درگذر قدرت کی حالت میں بہتر ہے۔ غذا نہایت ہی معمولی استعمال کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ خدا نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے اس لئے بہترین چیزیں کھائیے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ افسوس اس کے کہنے [illegible] معنی لئے اس سے مراد وہ مال ہے جو کسب حلال سے حاصل کیا جائے۔ لذیذ کھانا مراد نہیں۔ ایک دفعہ روٹی کے ٹکڑے زیتون کے تیل سے کھا رہے تھے۔ ایک شخص کو کھانے پر اندر بلایا تو وہ شخص کھانے کو دیکھ کر رو پڑا۔ اور کچھ نہ کھایا۔ چونکہ وہ شخص ان کے مصر اور مدینہ کے دسترخوان دیکھ چکا تھا۔

توکل کے متعلق ایک شخص نے کہا کہ آپ کی [illegible] کم سے کم نماز پڑھتے وقت پہرہ دار رکھیں۔ [illegible] میں دیگر خلفاء کی طرح باہر نکل جائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ خداوندا اگر تیرے علم میں روز قیامت کے سوا کسی اور دن سے ڈروں تو میرے دل کو اطمینان نہ دے۔

اہل حاجت کے متعلق کئی واقعات ہیں۔ خلافت کے بعد آپ کے جتنے غلام تھے ان سب کو آزاد کیا۔ اپاہجوں اور یتیموں پر تقسیم کر دیئے تاکہ ان لوگوں کی خدمت کریں۔

ہر دلعزیزی حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ اس لئے جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر آسمان پر رہنے والوں میں منادی کرتے ہیں کہ خدا فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم لوگ بھی اس سے محبت کرو۔ اس لئے آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں مقبول بنا دیتا ہے (آپ میں یہ ہر دلعزیزی بدرجہ اتم آپ کو حاصل تھی) ایک دفعہ موسم حج میں آپ عرفات سے گذرے تو تمام لوگوں کی نظریں آپ کی طرف اٹھ گئیں۔ اس حدیث کے راوی سہیل ؓ جو اس وقت موجود تھے فرمایا خدا آپ کو محبوب رکھتا ہے جبھی تو لوگ بھی آپ کو محبوب رکھتے تھے۔

علماء کی صحبت علماء کی بیحد قدر کرتے تھے آپ کی صحبت میں علماء و فقہاء کی کثرت رہتی تھی جن میں رجاء بن حیوۃ [illegible] خواص میں تھا۔ آپ ان سے فرماتے کہ اگر (۱) میں انصاف کی راہ سے ہٹوں تو میری رہنمائی کرو (۲) نیکی کے کاموں میں میرے مددگار رہو (۳) جو لوگ مجھ تک اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتے ہیں تم ان کی حاجت پہنچاؤ (۴) میرے پاس کسی کی غیبت نہ کرو (۵) میری اور لوگوں کی امانت ادا کرو۔

اعمال و عبادات عام معمول تھا کہ دن میں رعایا کے جملہ معاملات کا فیصلہ کرتے شام ہونے کے بعد معمولی وقت انجام دیتے۔ آدھی رات کے بعد علماء سے صحبت رہتی۔ کچھ دیر آرام فرماتے۔ پچھلی رات کپڑوں کا لباس اتار کر کمبل کا لباس پہن کر عبادت میں مشغول ہوجاتے۔ اذان کے ساتھ مسجد چلے جاتے۔ اکثر اوقات گریہ طاری رہتا تھا۔ فقراء و صوفیہ میں آپ کو خشیت الٰہی کا جو امتیاز رہے وہ یہ ہے کہ جاہ و دولت انسان کو خدا سے غافل کرنے کی بجائے خدا نے ان کے دل کو خوف خدا کا آشیانہ بنا دیا تھا۔ راتوں میں تنہا بیٹھ کر موت و قیامت کا ذکر کرتے یزید بن حوشب کا قول ہے کہ میں نے حسن بصری اور عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی کو قیامت سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ گویا دوزخ انہی دونوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

محبت رسول سرکار صلعم کی تبرکات یادگاروں میں ننگ۔ گدا۔ پیالہ۔ چادر۔ تکیہ ترکش۔ عصا کو ایک کمرہ میں محفوظ رکھا تھا۔ روزانہ اس کی زیارت کرتے گو بنو امیہ کا خاندان سیاسی معاملات کی بنا پر اہل بیت کا دشمن بن گیا تھا لیکن ایک دفعہ جب فاطمہ بنت علی ؓ تشریف لائیں تو نہایت احترام کے ساتھ فرمایا کہ کوئی خاندان دنیا میں آپ سے زیادہ عزیز نہیں۔ ایک دفعہ حضرت علی ؓ کے آزاد غلام [illegible] بیت المال سے وظیفہ جاری

مذہب۔ سیاست
کارنامہائے زندگی — اخلاق۔ تمدن۔

آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں خود مسلمانوں کا غلام ہوں۔ دوسروں کو ۱۰۰۰-۲۰۰۰ درہم جو وظیفہ ملتا تھا آپ کو ۲۰۰ دینار دئے

غرض جب نظام عالم کے اجزا درہم برہم ہو جاتے ہیں تو خدا ایک مصلح ایک ریفارمر ایک مجدد کو بھیجتا ہے تاکہ ان کو جوڑ کر ایک نئے ڈھانچے کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرے۔ پہلی صدی کے مصلح آپ ہی ہیں۔ دوسری صدی کے شافعی رح۔ تیسری صدی کے [illegible]۔ آٹھویں کے بلقینی یہ سب مصلح ہیں۔ دیگر مصلح صرف مذہب کی حد تک تھے۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ بار خلافت کے باوجود احیاء دین میں کوشش فرمائی۔ انہوں نے خلیفہ کے جو امتیازات تھے یک لخت بند کرا دیئے۔

آپ نے
بیت المال کی اصلاح اس تعلق

سے بہت سی اصلاحیں فرمائیں اس کو عہد خلافت راشدہ سے ملا دیا۔ انہوں نے خمس۔ صدقہ۔ فئی کی مد سے الگ الگ بیت المال قائم کئے۔ محاصل میں از سر نو ترمیم فرمائی۔ نامناسب ٹیکس کو موقوف کر دیا۔

آپ نے اس تعلق سے
اشاعت اسلام کی بھی پیش بینی کی۔

امراء کو تاکید کی کہ پہلے دعوت اسلام پیش کریں۔ دیگر اقوام اسلامی محاسن سے اور آپ کے کارناموں سے واقف ہو گئے تھے۔ ہر طرف سے لوگوں نے داعیان اسلام کو طلب کیا۔ تبت سے متعدد وفود آئے تو وہاں سلیط کو اور ماوراء النہر کے لئے عبداللہ کو روانہ فرمایا۔ بادشاہوں کے نام دعوتی رقعے روانہ فرمائے کہ اسلام لانے پر ان کا ملک ان کے لئے ہی رہے گا چنانچہ حبشہ اور دوسرے بادشاہ اسلام لائے۔ عمال کو ہدایت فرمائی کہ ذمی اسلام لائیں تو ان کا جزیہ معاف ہوگا۔ چنانچہ خراسان کے حاکم جراح کے ہاتھ پر ہزار ذمی اسلام لائے اور اسلام مذہب کے نام آتے ہی چھا گیا۔ حالانکہ دفعتاً جزیہ کی آمدنی میں غیر معمولی کمی واقع ہو گئی۔ جراح نے کثرت سے اسلام لانے پر شبہ کیا تو آپ نے ان کو لکھا کہ خدا نے حضرت محمد صلعم کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل خراج۔ اور فرمایا کہ تمام لوگ مسلمان ہو جائیں اور ہماری حالت صرف کاشتکاری رہ جائے تاکہ ہم اپنے ہاتھ سے کمائیں۔ نماز کے متعلق تاکید فرمائی کہ نماز کے وقت تمام کام کاج چھوڑ دو۔ کیونکہ جس نے نماز کو چھوڑا وہ دیگر فرائض اسلام کا سب سے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ آپ کی حسن نیت

کہ جب آپ کے خلیفہ ہونے کی خبر سنتے ہی نہایت مسرت کے ساتھ صدقۂ فطر شروع ہو گیا۔ اور فرمایا کہ جو لوگ زکوۃ نہیں دیں ان کی نماز قبول نہیں ہوتی تو زکوۃ ادا ہر شخص دینے لگا۔

آپ کے زمانہ تک
تدوین حدیث

احادیث صرف صحابہ کرام اور تابعین عظام کے سینوں میں محفوظ تھیں۔ آپ نے ابوبکر بن حزم کو لکھ دیا اور دیگر عمال کو بھی کہ صحیح حدیثیں جمع کی جائیں کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف ہے چنانچہ آپ ہی کی کوشش سے احادیث کا گرانقدر سرمایہ جمع ہو گیا۔ تعلیم کی اشاعت کے لئے احکام صادر فرمائے۔ مساجد میں تعلیم کا رواج دیا۔ معلمین اور متعلمین کے لئے گرانقدر وظائف مقرر فرمائے۔ راستوں پر سرائیں تعمیر کروائیں جہاں مسافروں کو ایک دن دو دن تک مہمان رکھا جاتا۔ اور ان کی سواریوں کی حفاظت کی تاکید فرمائی۔ ایک عام لنگر خانہ قائم فرمایا جس میں تمام فقراء و مساکین اور مسافرین کو کھانا ملتا تھا۔ چراگاہیں عوام پر کھول دی گئیں۔

آپ کو مذہبی اصول
سیاست و حکومت کے ساتھ ساتھ

خلافت کے فرائض کا ملکہ قدرت نے جو عطا فرمایا تھا اس کی مثال دوسروں میں ملنا امر محال ہے۔ آپ نے خلافت کی بنیاد کتاب سنت اور آثار صحابہ پر رکھی۔ اور حضرت عمر بن خطاب کے نقش قدم کو اپنا چراغ راہ بنایا۔ چنانچہ امام سفیان ثوری نے آپ کو پانچواں خلیفہ بنایا۔ عمال کے تقرر میں نہایت احتیاط برتتے۔ موزوں شخص جہاں کہیں نظر آتا اس کو مقرر کرتے اور اپنے بیٹوں میں سے کسی کو کبھی کا گورنر یا عامل نہیں بنایا۔ سیاست کے موافق جو لوگ کسی عہدہ کے طلب گار ہوتے یا جو لوگ ظالم ہوتے ان کو عہدہ نہیں دیتے۔ عمال کے تقرر کے وقت اہل قرآن، حدیث کا ماہر، عالم، فاضل، مذہبی و اخلاقی خوبی اور دیانت داری ان کے تقرر کا موجب تھی۔ عمال کی تنخواہ نہایت فیاضی سے مقرر فرماتے تاکہ ان کو طلب منفعت پر نہ پڑے۔ حالانکہ خود اپنے لئے روزانہ دو درہم کافی سمجھا۔ ذمیوں کے حقوق کی طرف خاص توجہ رہتی تھی۔ ایک دفعہ مسلمہ بن عبدالملک آپ کے دربار میں فریق کی حیثیت سے آکر فرش پر بیٹھے۔ ذمی ان کے فریق بیچارے الگ کھڑے رہے تو مسلمہ کو وکیل رکھنے کا حکم دیا۔ اور فرش سے اٹھا دیا۔ بالآخر فیصلہ ذمیوں کے حق میں کر دیا۔ امیر معاویہ کے زمانہ سے خاندان نبوت کے جو حقوق پامال ہوئے تھے آپ نے اس کو مکرر واپس دلا دیا۔ چنانچہ باغ فدک خمس میں بنو ہاشم پر جاری فرمایا۔ پہلا مال جو اہل بیت پر تقسیم ہوا اس میں ہر ایک کو تین تین ہزار اشرفیاں ملیں جس کے سبب جوش مسرت [illegible] حضرت فاطمہ بنت حسین نے شکریہ کا خط لکھا تو آپ مسرور ہوئے۔ قاصد کو دس اشرفیاں انعام دیں۔ اور حضرت فاطمہ کی خدمت میں ۵۰۰ اشرفیاں روانہ کیں۔ ظالم حجاج کے قائم کردہ تمام عمال کو موقوف فرمایا۔ حجاج کے تمام خاندان کو یمن کی طرف جلاوطن کر دیا۔ محض ظن و تخمین کی بنا پر مجرموں کو سزا دینا اور بیگاری کو موقوف فرمایا۔

حضور صلعم نے ایک بار عدی بن حاتم سے پیشین گوئی فرمائی

عدی اگر تم کچھ زمانہ زندہ رہو تو دیکھو گے کہ ایک پردہ نشین خاتون حیرہ سے سفر کرتی اکیلی آئے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی۔ خدا کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اور کسریٰ کے خزانے مفتوح ہوں گے اور ایک شخص سونا اور چاندی لیکر اس کی تلاش میں نکلے گا جو اس کو قبول کرلے۔ لیکن اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ عدی کے زمانہ میں دو پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ اور تیسری حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ آپ کا دور خلافت صرف ڈھائی سال تھا۔ اس میں لوگ ان کے پاس بڑے بڑے مال لیکر آتے کہ اس کو فقراء میں تقسیم کرو۔ لیکن ان کو اپنا مال واپس لیجانا پڑتا تھا کیونکہ ایسا کوئی شخص پایا نہیں جاتا تھا۔ جو شخص صدقہ قبول کرتا تھا وہ دوسرے ہی سال صدقہ دینے کے قابل ہو گیا تھا۔ خوشحالی اتنی ہو گئی تھی کہ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہیں کبر و نخوت میں مبتلا نہ ہوں۔ اسی خوشحالی کا سبب بیت المال تھا جس کا دروازہ ہر امیر و غریب پر کھلا ہوا تھا۔ اپاہجوں کے نام درج رجسٹر اور ان کا وظیفہ مقرر تھا۔ بیت المال کا ایک خاص حصہ تھا جس سے قرضداروں کا قرض ادا کیا جاتا تھا۔ مال مغصوبہ کی واپسی ہر فرد کو دولت کا سبب بن گئی تھی۔ خراج کے ناجائز طریقہ کو یک لخت بند کر دیا گیا تھا۔ ملک کی پیداوار کا نرخ مقرر کر دیا گیا تھا۔ کاشت کے

اسلامی دنیا اگر زکوۃ پر کاربند ہو جائے تو اس قوم سے فلاکت دور ہو سکتی ہے روپیہ عوام میں بٹ جائے گا اور خوشحالی پیدا ہو سکتی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

بقیہ:- الرؤیاء

اور جب وہ بیدار ہو کر اٹھ جاتا ہے تو وہ چیز فوراً یاد آ جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ اللہ تعالیٰ ارواح کو مرنے کے وقت قبض کر لیتا ہے اور جو نہیں مرتے انہیں نیند کی حالت میں قبض کرتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث وارد ہے کہ خواب کی حالت میں ارواح کو آسمان کی طرف عروج حاصل ہوتا ہے سو جو روحیں عالم ملکوت تک پہنچ جاتی ہیں ان کا رویا سچا ہوتا ہے اور جنہیں وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ان کا رویا کاذب ہوتا ہے اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح کو عرش کی طرف لے جاتے ہیں اگر وہ پاک ہوتا ہے تو اس کو سجدہ کا حکم ہوتا ہے اور اگر وہ جنب کی حالت میں ہو تو اس کو سجدہ کا حکم نہیں دیا جاتا۔ ممکن ہے اس میں پاک ہونے سے مراد باوضو سونا ہوگا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ:- مدرسہ شمسیہ

لیکن وہ ابھی آئے نہیں۔ ان کی خدمت میں عزیز اپنا حق تبلیغ ادا کرنا چاہتا ہے کہ کوئی صاحب علم و فضل اور مستند عالم ہرگز نہ آئے اگر وہ آنا ہی چاہتے ہیں تو واپسی ٹکٹ کا روپیہ ساتھ لائے۔ کیونکہ ایسے علماء کو یہاں رکھنے سے مدرسے کے خرچیوں میں جو ان پڑھ اور نام نہاد مولوی ہیں ان کی ساکھ اٹھ جاتی ہے۔ اسی لئے اصلی اور حقیقی عالم پر کوئی الزام لگا دیتے ہیں یا نا ممکن ذمہ داریاں عائد کرتے ہیں کہ وہ خود چلا جائے۔ البتہ صرف اردو داں عالم آ سکتا ہے جو صبح و شام ان دیوانوں کی مدح سرائی کرے ان کی ہم زبانی اور جی حضوری کرے۔ ان کی خوشامد اور چاپلوسی کرے۔ ضرورت پر ان کے گھر کے کام کرے۔ تو پھر یہ بہت بڑے عالم اور انتہائی لائق مولوی ہیں۔ ایسے مولوی صاحب کے لئے مدرسے کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔
رواق منظر چشم من آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

(باقی آئندہ)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی
کی کتاب فصوص الحکم کا ترجمہ موسومہ "کنوز اسرار القدم" از شاہ مبارک علی صاحب ہیں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا غیر ماننے سے وجود دو ہو جاتے ہیں جو منافی توحید اور شرک ہے۔ اسلئے اللہ اور محمدؐ دونوں کو ملا کر ایک سمجھنا توحید ہے (تصوف کی یہ توحید شریعت میں شرک ہے)

(نوٹ:- جیسا اجیو اور برش دونوں کا وجود ایک ہے اوپر بھگوت گیتا میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسی طرح اللہ اور محمد دونوں کا وجود ایک ہے۔ یہ ہے جڑ تصوف کی اس کو خوب ذہن میں رکھئے)

مسئلہ وحدت الوجود یہ ہے کہ ہر جاندار کے جسم میں خدا بشکل روح جلوہ گر ہے۔ اسی بناء پر تصوف میں جدھر دیکھو ادھر اللہ ہی اللہ ہے۔ سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس عقیدہ کو تائید حاصل کرنے کے لئے قرآنی آیات:-

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ
وھو معکم این ما کنتم
ونحن اقرب الیہ من حبل الورید

کا سہارا پکڑا جا رہا ہے تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ وحدت الوجود قرآن سے ماخوذ ہے حضرت شیخ فریدالدین عطار رح (۵۱۳-۶۲۷ھ) فرماتے ہیں۔

من بغیر تو نہ بینم در جہاں
قادر و پروردگار اجاودان
من ز وصلت عارف مطلق شدم
عارف رشتم فنائی حق شدم
من خدا ایم من خدا ایم من خدا
فارغم از کبر و کینہ و ز ہوئی

(ص ۱۵۵ مجموعہ رہبر حق" عنوان "جوہر نامہ" مولف زردار خاں جاگیر دار مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ)

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رح (صاحب روضہ بزرگ گلبرگہ) فرماتے ہیں

رباعی

پانی میں نمک ڈال مزہ دیکھنا اسے
جب نمک گھل گیا تو نمک بولنا کیسے
یوں کھو گیا خودی اپنی خدا ساتھ مصطفیٰ
جب کھو گئی خودی تو خدا بن کوئی دیسے

(دیکھئے حالات بندہ نواز مرتبہ سلم سالم دا عظا مطبوعہ ۱۳۶۵ھ نظامی یادگار پریس جامع مسجد چار مینار حیدرآباد)

روزنامہ "سیاست" حیدرآباد مورخہ ۲ جنوری ۱۹۶۱ء میں صفحہ ۴ آخری مضمون ملاحظہ ہو۔

تعارف تصوف و طریقت وغیرہ

دوسری قسط

جب کھو گئی خودی تو خدا بولنا کیسے
اس رباعی کے مطلب میں اور یونانی حکیم فرفوریوس کے مندرجہ ذیل میں کیا فرق ہے؟

"روح یعنی خدا انسانی بدن میں حلول کرکے بدن سے متحد ہو گیا ہے جیسا کہ نمک پانی میں حلول کرنے کے بعد متحد ہو جاتا ہے"؟

(دیکھو حقیقت روح انسانی ترجمہ "اجوبۃ الغزالیہ" از حضرت امام غزالیؒ)

مکتی (نجات) جیون مکتی (وصال حق)

(۱) جس نے ریاضات و مجاہدات کیا ہو۔ اور تمام دلی خواہشات و لذات کو ترک کر دیا ہو اسی کی روح برہما (خدا) میں داخل ہو کر برہمیت (یعنی الوہیت۔ خدائی) حاصل کر لیتی ہے۔ اور فانی انسان غیر فانی یعنی دائم الحیات ہو جاتا ہے۔ اور برہما (خدا) کو حاصل کر لیتا ہے۔

(۲) بقیہ تمام آدمی بدکردار اور پلید ہیں۔ مرنے کے بعد کرم یعنی نیکی کرنے یا نیک بننے کے لئے دوبارہ اسی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں اور اس کو آواگون یا تناسخ کہتے ہیں)

(ترجمہ "تاریخ ہندی فلسفہ" مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

یہ ہے تصوف اور تصوف کی حقیقت

(تعجب ہے علماء فرماتے ہیں تصوف شریعت سے الگ نہیں ہے)

عالم برزخ اور عالم آخرت یعنی جسد کا قبر میں ٹھکانا یا ممات حساب کتاب، عذاب، ثواب اور جنت و دوزخ کی کوئی اہمیت تصوف میں نہیں ہے۔ اس لئے متصوفین کہتے ہیں۔

ہ طالب جنت مونث
طالب مولیٰ (خدا) مذکر

علمائے علوم ظاہری یعنی علمائے شریعت کے لئے جنت ہے اور علوم باطنی کے مشہور ارشو تیار خدا میں جذب ہو کر خدا بن جاتے ہیں۔

ماخذ طریقت (راہ سلوک)

راہ سلوک کی تعلیم ہندو جوگی ...

تا ستر میں ہے۔ چند مذہب میں ہے کہ پیکر یعنی بھینٹ (قربانی) صحیح رسوم کے ساتھ ادا کر دینے سے متعدد مرادات حاصل ہوتے ہیں۔ چونکہ جوگیوں کے پاس بھینٹ دینے کے لئے گھوڑے وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے جسم کے اعضاء کو گھوڑے کا جسم کے اعضاء تصور کرکے بطور بھینٹ برسوں کھڑا رہنا سخت ترین دھوپ میں کھلے جسم سے آفتاب کے آگے ٹھہرنا۔ گرمی کے موسم میں آگ کے حلقوں کے درمیان بیٹھنا۔ جاڑوں میں برہنہ تن رہنا اور بہت ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا دس بیس برس تک ایک ایک ہاتھ ایک ایک ٹانگ ہوا میں بلند رکھکر خشک کر دینا۔ برسوں تک کسی آسن پر بیٹھے رہنا۔ سر کے بل زمین پر کھڑے ہونا ایک ایک چلے تک کھانے پینے سے قطعی اجتناب کرنا۔ کھانا یہ نہیں تو ایک دو لقموں پر بس کر لینا جیسے ریاضات ومجاہدے تجویز کئے۔ اور دل کی تمام خواہشات ولذائذ کو ترک کرنا۔ اور جسم کو تکالیف و اذیت میں ڈالنا ضروری قرار دیا۔

ہندو جوگیوں سے یہ عقیدہ اولی کتاب یہود و نصاریٰ میں داخل ہوا۔ اور ان میں رہبانیت کی بنیاد پڑی پھر یہود و نصاریٰ سے مسلم صوفیاء میں داخل ہوا

ان طریقوں سے جب روح کی کثافت نکل جاتی ہے پھر مراقبے کرنے سے حس کی مشقیں یعنی بریانہ کی سوتر دل میں لکھی گئی ہیں عجائبات صادر ہونے لگتے ہیں۔ جس طرح ہم خوابوں میں عجیب اور غیب کی چیزیں دیکھتے ہیں اسی کا نام کشف ہے اور ما فوق العادات اور مافوق الفطرت امور کا صدور ظہور ہوتا ہے۔ اسی کا نام کرامت ہے۔

جو شخص (۱) ریاضات (۲) مجاہدے (۳) مراقبے کرتا ہے اور دم تمام دلی خواہشات ولذات کو ترک کر دیتا ہے تو اس کی وفات کے بعد اس کی روح برہما (خدا) میں داخل ہو جاتی ہے اور برہمیت (خدائی) حاصل کر لیتی ہے۔ (رسالہ پراسرا عنوان مکتی (جیون مکتی)

یہ ہیں طریقت اور راہ سلوک کی تعلیمات

جیسا کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رح سے منقول کیا جاتا ہے:-

آپ کا نام عبدالقادر، کنیت ابو محمد لقب محی الدین۔ ولادت ۴۷۱ھ وفات ۵۶۱ھ تھا۔ آپ نے طریقت کی تعلیم حضرت شیخ قاضی ابوسعید المبارک المخزومی اور حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رح سے حاصل کی تھی۔ مدائن کے کھنڈروں میں اپنا مجاہدہ شروع کیا۔ اور اپنے نفس کو بڑی بڑی ریاضتوں اور سخت مجاہدوں میں ڈالا۔ نیند کا غلبہ ہوتا تو ایک پاؤں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ راتوں کو شدید سردی میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے تھے۔ برج عجمی میں گیارہ برس رہے اور چالیس دن تک فاقہ کیا۔ پچیس برس تک عراق کے بیابانوں میں تنہا پھرتے رہے لوگوں کے ملنے سے کاشانوں سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ کھجور جنگلی کھجور اور خرنوب بہی وغیرہ) غذا تھی جسم پر صرف ایک جبہ تھا جنگلوں میں ایسا شور برپا کرتے تھے کہ لوگ دیوانہ خیال کرکے دوا دارو کو لے جاتے وہاں جس دم ہو کر مردوں کی سی حالت ہو جاتی۔ لوگ جب غسل دینے لگتے تو حالت درست ہو جاتی تھی۔ اپنی زندگی میں چالیس سال آپ نے اسی طرح کے سخت ریاضتے ومجاہدے، نفس کشی اور مراقبے کئے تھے۔ آپ سے کشف اور کرامات صادر ہونے کے اسباب ہیں۔

(ص ... دیباچہ "تحفہ دستگیر" ترجمہ غنیۃ الطالبین)

"جہات جاودانی" ترجمہ قلائد الجواہر مطبوعہ نولکشور پریس لاہور ۱۹۱۶ء

ماخذ حقیقت

مسئلہ وحدت الوجود یعنی اللہ اور بندہ دونوں کا وجود ایک ہو جانا (دیکھئے جیون مکتی عرف وصال حق از سنت جگت پرشاد تعلیق تصوف کرنول، دکن کتب خانہ قدیم۔ حیدرآباد)

ماخذ معرفت

مسئلہ وحدت الوجود پر غور وفکر کرنا (دیکھئے جیون مکتی عرف وصال حق ایضاً)

(باقی آئندہ)

آگئی عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

مدرسہ شمسیہ عربیہ کرنول میں جلسہ

قسط دوم

معروضہ ۹ مارچ ۱۹۳۵ء بعد نماز

مغرب مدرسہ شمسیہ میں سید عبداللہ صاحب مدنی نے دوران تقریر میں فرمایا پہلے اس مدرسہ میں عبدالمجید صاحب مدرس رہے شمار تین چار سال پڑھاتے رہے کسی وجہ سے چلے گئے اس کے بعد حافظ عبدالرحمٰن صاحب کو رکھا گیا وہ شمار پندرہ سال پڑھاتے رہے اس کے ساتھ ہی بچوں کو کھانا وغیرہ بھی مدرسہ سے ملتا تھا۔ تین چار بچے کوئی ۳۰ جز کا حافظ ہوا کوئی ۲۰ جز کا اور ایک لڑکا پڑھنے سے آیا تھا وہ مولوی ہو کر آپ کے کرنول میں تقریر کی جس کو سنکر آپ لوگ بہت خوش ہوتے تھے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد دیگر علماء کو رکھا گیا جیسے مولوی محمد یوسف صاحب بہوری اس کے بعد مولوی عبداللہ کا بیلوری اس کے بعد یوپی والے ایک مولوی صاحب وہ بھی چلے گئے۔ یہ سب علماء جاتے ۲ سب بچے ہی آتے نہیں۔ ہم مفت کی رقم لے کر نہیں پڑھاتے۔

ناظرین کرام خود سمجھئے مذکورہ بالا علماء کی فہرست جو شمسیہ میں مدرسی کے منصب پر فائز تھے اس میں کچھ گذرے کا ذکر بھی بیان کیا گیا جو ارباب بصیرت کے لئے بہت کچھ راز اور حقائق کا انکشاف کرتا ہے۔ سب سے پہلے مولوی عبدالمجید صاحب مدرسہ شمسیہ میں مقرر ہوئے تقریباً دو سال انہوں نے تعلیم دی لیکن ان کے مدرسے سے چلے جانے کی اصل وجہ سید عبداللہ صاحب مدنی نے نہیں بتائی لہٰذا ہم بتلاتے ہیں۔

مولوی عبدالمجید صاحب پنجابی تھے ان کی خوراک گیہوں کی چپاتی تھی۔ کرنول میں گیہوں کا رواج بہت کم ہے عام طور پر اہل کرنول چاول اور جوار استعمال کرتے ہیں۔ مولوی موصوف کے خصوصیت سے گیہوں کی غذا تیار کرنے کی ذمہ داری سید عبداللہ صاحب مدنی کے سمدھی فضل الرحیم نے لی۔ یہ صاحب خوراک خرچ کا شاہرہ چینگی لے لیتے اور خوراک میں کبھی گیہوں کبھی چاول اور کبھی جوار ہی دے دیتے۔ یہ غذا پنجابی صاحب کے لئے سوہان روح ہو گئی تھی۔ آخر وہ برداشت نہیں کر سکے بلا رخصت سفر باندھ کرنول سے روانہ ہو گئے۔

ان کے بعد حافظ عبدالرحمٰن صاحب متعین کئے گئے۔ یہ صاحب قریہ کرنندہ کے باشندہ تھے لوٹی ہوئی اردو بولتے تھے۔ عربی مطلق نہیں جانتے تھے لیکن بہ والی یا دو رانی تھی۔ ایک مرتبہ کہنے لگے۔ بخاری میں پڑھا ہوں ... کہ خدا کو اللہ کا سمیع بصیر ... والا رحمٰن ... قرآن ... پیدا کرنے والا ... کو روزی دینے

والا وغیرہ یعنے سمیع اور بصیر کی تمیز صحیح اور غلط کا تمیز نہیں تھی لیکن حفظ قرآن کی تفسیر کرتا تھا یعنے حرف واہیات بکواس کرتا تھا۔ اسے اپنی ساری زندگی فضل الرحیم کی خوشامد چاپلوسی اور تملق بازی میں گذاری۔ یہ دونوں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے تھے۔ لوگوں کی عبادتوں کو پامال کرنا اپنی خود غرضی کے لئے لوگوں پر ظلم کرنا ان کا کام شعار تھا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمانی نے ان دونوں پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ ان میں سے ایک تو گذر گیا دوسرا باقی ہے۔

سید عبداللہ صاحب کیا برست اور بہادری کے ساتھ کس آن وانداز سے فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالرحمٰن پندرہ سال پڑھاتے رہے لیکن تین چار بچے کوئی ۳۰ جز کا حافظ ہوا کوئی ۲۰ جز کا۔ جناب مولوی صاحب کیا اسی تعلیم پر آپ کو گھمنڈ ہے کہ پندرہ سال میں بھی افسوس کوئی مکمل حافظ نہ ہو سکا بلکہ ۲۰ یا ۲۲ جز کا حافظ ہوا۔ مولوی صاحب اسی کو مدرسہ کی تعلیم نہیں سمجھتے بلکہ کار نمائی کی بجا آوری سمجھتے ہیں۔ حافظ قرآن کا نصاب صرف دو سال ہے اگر دیر بھی ہو تو ڈھائی سال کا نصاب ہوتا ہے۔ خود عبداللہ مدنی نے پوسٹر شائع کیا تھا کہ تین سال میں بچہ کو حافظ قرآن بنا دیں گے افسوس ہے عبداللہ مدنی کو شرم نہ آئی۔ بلکہ فخر سے کہا کہ پندرہ سال میں بچے ۲۰ جز کا حافظ ہوا۔ خجالت اور ندامت میں ڈوب مرنا چاہئے کہ خود کرنول میں کئی مدرسے ہیں سہ سالہ میں جہاں ہر دو سال میں حافظ قرآن کی ایک جماعت تیار ہوتی ہے الحمد للہ اس سال کرنول کے مساجد میں بھی کرنول کے حفاظ نے محراب سنایا اور آئندہ سال بیرون کرنول حفاظ کو روانہ کرنے کا انتظام ہو رہا ہے۔

سید عبداللہ صاحب مدنی مدرسہ شمسیہ کے صدر ہیں۔ اور ماہانہ مدرسہ سے وظیفہ خوار ہیں۔ افسوس پندرہ سال کے طویل عرصہ میں ایک بار بھی مدرسہ میں داخل ہونا نصیب نہ ہوا۔ عبدالرحمٰن سے باز پرس کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ کم از کم بچوں کا سہ ماہی امتحان ایک بار بھی نہیں لیا۔ لیکن عبدالرحمٰن کو تنخواہ برابر جاری رہی کیونکہ وہ ان کے سمدھی کا بھی خواہ اور ہمزبان تھا۔

اس لئے مولوی صاحب کو جرأت نہ ہوتی بلکہ تری خشکی چندہ وا ایثار پر عمل ہوتا رہا۔ مزید برآں یہ بھی غلط ہے کہ کوئی ۳۰ اور ۲۲ جز کا حافظ ہوا۔ اگر مولوی صاحب اس لڑکے کا پتہ دیں تو ہم ۳۰ جز کا امتحان لینے تیار ہیں۔

دوران تقریر میں مولوی صاحب نے فرمایا۔ ایک لڑکا پڑھنے سے آیا تھا۔ وہ مولوی ہو کر آپ کے کرنول میں تقریر کی جس کو سنکر آپ لوگ بہت خوش ہوئے تھے۔

گویا مولوی صاحب یہ ثبوت دے رہے ہیں کہ اس مدرسہ میں ایک لڑکا مولوی بھی ہوا ہے۔ آفرین باد۔ جناب مولوی صاحب کیا یہی ثبوت ہو سکتا ہے کہ پندرہ یا بیس کی تعلیم میں کوئی ایک مولوی ہو جائے تو مدرسہ کامیاب ہے کیا خوب۔ باز آدم برسر مطلب نہایت ہی افسوس ہے مولوی صاحب مدرسہ کے سے پیچ کے لگے حقیقت سے بالکل ناواقف ادنا ہیں چندہ ہم کو یہ نہیں معلوم کہ آپ کس کام کے لئے مدرسہ کے صدر منتخب ہوئے۔ آیا مدرسہ کو ترقی دینے کے لئے صدر ہوئے ہیں یا مدرسہ کو تباہ و تاراج کرنے اور اس کا اندوختہ بری طرح ہضم کرنے صدر منتخب ہو گئے ہیں۔

جناب مولوی صاحب! جو لڑکا پڑھنے سے آیا تھا وہ رائیدرگ کے مدرسہ محمدیہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ رائیدرگ ہی میں عدد رسالہ کے مضامین پر تقریر کرنے کی مہارت حاصل کی۔ وہ اتفاق سے کرنول آئے تو آپ لوگوں نے اس کو غنیمت غیر مترقبہ سمجھا اور اس کو ٹھیرا لینے میں کامیاب ہو جاتا پھر اس کی عزت افزائی اور مدارات کی تو وہ یہیں ٹھیر گئے اور تقریر کرتا تھا اور یہیں اس کو آپ نے مولوی قرار دیا۔

جناب مولوی صاحب! پڑھنے سے آیا ہوا لڑکا اگر مولوی تھا تو ضرور وہ عربی دان ہوگا کیونکہ بغیر عربی جانے کوئی مولوی نہیں ہو سکتا۔ یقیناً اس کا معلم بھی عربی دان ہوگا۔ آپ ہی بتائیے اس زمانہ میں مدرسہ شمسیہ میں عربی کا معلم کون تھا جس نے اس کو عربی کی تعلیم دی۔ سنیے! اس زمانہ میں مدرسہ شمسیہ میں عبدالرحمٰن کرنندوی صاحب کا اردو بھی صحیح نہیں تھی۔ وہ عربی سے بالکل بیگانہ اور ناواقف تھا پھر وہ کیونکر ایک عربی دان کو عربی کی تعلیم دے سکتے۔

کیا مولوی صاحب! آپ کے نزدیک مولوی کی اتنی ہلکی اور معمولی حیثیت ہے کہ اردو دان بھی اس کو تعلیم دے سکتا ہے۔ نہایت افسوس ہے یہ مسئلہ خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن مولوی صاحب کو اس کا علم نہیں۔ مکہ کی زندگی میں ایک شخص عجمی اصل عداس رہتا تھا جس کو عربی نہیں آتی تھی بلکہ وہ ٹوٹی پھوٹی اور ادھوری عربی بولتا تھا۔ اہل مکہ نے اس کو رسول اللہ کا استاد بنایا کہ محمدؐ اپنے استاد عداس سے تعلیمات حاصل کرتے ہیں پھر انہیں تعلیمات کو اللہ کی وحی کہتے ہوئے قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سورہ نحل میں اللہ نے اس کا جواب دیا۔

لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ نے نفی کر دیا ہے کہ کوئی عجمی زبان والا ہرگز عربی زبان کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ کاش مولوی صاحب اس آیت میں غور کرتے تو شاید یہ بے تکی نہ کہتے۔ چنانچہ یہ لڑکا وطن جاتے وقت عبدالرحمٰن کو سخت سست کہہ کر گیا۔ اور پھر کبھی عبدالرحمٰن کی صورت نہیں دیکھی۔

جناب مولوی صاحب! پڑھنے والا لڑکا مولوی ہونے پر کیا ثبوت ہے۔ آپ کے نزدیک مولویت کا کیا معیار ہے؟ صرف تقریر کرنے سے کوئی مولوی نہیں ہو سکتا۔ اگر بزعم خود مولوی ہے تو پھر آپ کے مدرسہ شمسیہ میں تقرر کیوں نہ کئے کیوں نہیں بلاتے یقیناً آپ کو خود اس کی مولویت پر اعتماد نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لڑکا رائیدرگ کا تعلیم یافتہ ہے۔ تھوڑے دن رائیدرگ میں رہ کر پھر کرنول میں رہا لیکن وہ مولوی نہ ہو سکا۔ البتہ اردو رسالوں سے مضامین اخذ کرکے تقریر کرتا ہے اس معیار کے لڑکے کرنول میں سیکڑوں ہیں لیکن انہیں مولوی نہیں کہا جاتا۔ بہت افسوس ہے سید عبداللہ صاحب مدنی کو مولوی غیر مولوی میں تمیز نہیں ہے۔ اور اس لڑکے کی مولویت کو مدرسہ شمسیہ کی طرف منسوب کرنا صریح جھوٹ ہے۔

مولوی عبداللہ صاحب کا بیلوری پر مولوی عبداللہ صاحب مدنی کا سمدھی فضل الرحیم خواہ مخواہ متعدد ذمہ داریاں عائد کئے جن کی تعمیل نا ممکن تھی پھر علیحدہ نکالا گیا۔ اور مولوی شفیق الرحمٰن کو ہندوی پر زور ڈالا گیا کہ دیہات کو دورہ کرکے چندہ جمع کریں اور تعلیم دیں۔ مجبوراً وہ کرنول سے روانہ ہو گئے۔

سنا ہے اب چند احباب کو خطوط ... ہے ... باقی ... ہے

۱۹۶۷ء کے ارجن انعامات کیلئے ۱۵ کھلاڑی منتخب

نئی دہلی:- حکومت ہند نے کھیلوں کی کل ہند کونسل کی سفارشات پر حسب ذیل پندرہ ممتاز کھلاڑیوں کو ارجن انعامات دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جسمانی کھیل:- چرن کمار اور بھیم سنگھ۔ بیڈمنٹن:- سریش گوئل۔ باسکٹ بال:- خوشی رام۔ کرکٹ:- اے ایل واڈیکر۔ فٹ بال:- پیٹر تھنگا راج۔ گولف:- آر کے پیتمبر۔ ہاکی:- ہربندر سنگھ۔ اور مہندر لال۔ لان ٹینس:- پریم جیت لال۔ پیراکی:- ارن شاہ۔ ٹیبل ٹینس:- فاروقی۔ ارخودے جی۔ ویٹ لفٹنگ:- ایس جان جبریل اور کشتی:- مختار سنگھ
ان انعامات کا آغاز ۱۹۶۱ء میں ہوا تھا جب کہ کھلاڑیوں کو (۲۰) انعامات دیئے گئے تھے۔
۱۹۶۷ء کے مذکورہ انعامات [illegible] راشٹرپتی بھون میں منعقد ہونے والی ایک خصوصی تقریب میں پیش کئے جائیں گے۔ جس کی تاریخ کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

نعت رسولؐ

از- منظور احمد عارف

یہاں آتش دوزخ سے بے قرار ہوں میں — کرم سے دیکھ لے آقا گنہگار ہوں میں
مجھے بھی کوچۂ یثرب میں اپنے ہمراہ لے چل — کہ ساتھ ساتھ ترے صورت غبار رہوں گا
بسی ہے عارض احمد کی روشنی دل میں — خزاں کا خوف نہیں جس کو وہ بہار ہوں میں
مجھے رخ منور کی فقط ایک جھلک — ازل کے دن ہی سے محو انتظار ہوں میں
حضور ہی سے میں لطف و کرم کا طالب ہوں — گناہ جتنے کئے ان پہ شرمسار ہوں میں

درِ حضور کی حسرت تو ہے مگر عارف
اسیر حلقۂ زنجیر روزگار ہوں میں

انتقال پُرملال

محترم مولانا عبدالستار صاحب ویسٹ ماسٹر [illegible] ورنگ [illegible] مورخہ ۸ مارچ ۱۹۶۷ء شب جمعہ دو دن کی علالت میں وقت پر نماز گزارتے ہوئے رحلت کر گئے۔ مولانا مرحوم بڑے باخدا بزرگ تھے۔ خدا انہیں جنت نصیب فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ مرحوم کے لئے غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے دعائے مغفرت کریں۔ شریک غم:- سید اسمٰعیل غنی عنہ مہتمم جامعہ محمدیہ عربیہ رائیدرگ۔

آندھرا پردیش اور دیگر ریاستوں میں مرض فلیریا سے متعلق یونٹوں کا قیام

نئی دہلی:- مرکزی وزارت صحت خاندانی منصوبہ بندی و شہری ترقی نے ریاستی حکومتوں کے تعاون سے ملک بھر میں فلیریا پر قابو پانے کے لئے (۱۰۰) یونٹ قائم کئے ہیں۔ ان میں سے ۴۳ ماہرانہ خدمات کے یونٹ ہیں جن میں فلیریا کے (۳۳) دواخانے اور تحقیق و تربیت کے تین دیہی مراکز شامل ہیں۔ فلیریا پر قابو پانے کے یونٹ کیرالا میں (۱۰)، اتر پردیش میں (۸)، بہار میں اور پانچ پانچ یونٹ آندھرا پردیش اور اڑیسہ میں قائم ہیں۔ فلیریا سے متعلق تین تربیتی مراکز کالی کٹ (کیرالا)، راجمندری (آندھرا پردیش) اور وارانسی (اتر پردیش) میں قائم کئے گئے ہیں جہاں عملے کو تربیت، مرض کی تحقیق اور محدود علاقوں کے سروے کا کام کیا جاتا ہے۔

شکر درآمد نہیں کی جائیگی

نئی دہلی:- حکومت [illegible] مرکزی حکومت نے [illegible] شکر درآمد نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ گزشتہ دو سالوں میں شکر کی اندرونی [illegible] میں کمی کے باوجود ہندوستان میں ۱۹۶۵ء سے شکر درآمد نہیں کی گئی ہے [illegible] حکومت کا خیال ہے کہ [illegible]

[illegible] مرکزی وزارت [illegible]

بیڑیوں میں قوت تولید ختم کرنیکی دوا ملانے کا الزام

حکومت کی تردید

نئی دہلی:- مرکزی وزارت صحت خاندانی منصوبہ بندی و شہری ترقی (محکمہ خاندانی منصوبہ بندی) کے ایک پریس نوٹ کے بموجب حکومت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی گئی ہے کہ بعض مفاد پرست یہ غلط افواہیں پھیلا رہے ہیں کہ حکومت کی ایماء پر بیڑیوں میں تمباکو کے ساتھ دوا ملائی جا رہی ہے جس کا مقصد بیڑی پینے والوں کی قوت تولید ختم کرنا ہے۔
عوام کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ان افواہوں میں کوئی صداقت نہیں ہے۔

ملکہ ہالینڈ کو صدر جمہوریہ ہند کا تہنیتی پیغام

نئی دہلی:- صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین نے ہز مجسٹی ملکہ ہالینڈ کو ان کی سالگرہ کے موقع پر حسب ذیل پیغام تہنیت بھیجا ہے۔
آپ کی سالگرہ کے پرمسرت موقع پر میں اپنی اور حکومت و ہند کے عوام کی طرف سے پرجوش مبارک باد پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ خدا کرے ایسے دن آپ کی زندگی میں بار بار آئیں۔
اس موقع پر اپنے ملک [illegible] کے عوام کی روز افزوں خوشحالی [illegible] ہماری پرخلوص نیک خواہشات بھی قبول فرمائیے۔

خوشخبری

آپ کی خدمت میں یہ مسرت بخش اطلاع عرض کرتے ہوئے ہم روحانی اور دلی خوشی محسوس کرتے ہیں کہ مملکت سعودیہ عربیہ نے آپ کے عظیم ادارہ مرکزی دارالعلوم بنارس کو جن دو جلیل القدر عربی اساتذہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا بحمداللہ وہ پورا ہوا۔ اور ۲۱ مارچ ۱۹۶۷ء کو بوقت ۱۰ بجے دن صالح العراقی اور شیخ ربیع ہادی المدخلی بذریعہ طیارہ بنارس پہونچ گئے۔ اور دارالعلوم میں تعلیمی فرائض کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لیں۔ فالحمدللہ علی ذالک۔
امید ہے کہ اس روح پرور اطلاع سے آپ کے دل کو ناقابل بیان فرحت و خوشی حاصل ہوگی۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تربیت و نگرانی میں دارالعلوم کو زیادہ سے زیادہ ترقی کرنے کا سامان بہم پہونچائے اور اس کے فیض کو ملک اور بیرون ملک کے لئے عام فرمائے ہر شخص کو اس سے مستفید ہونے کا موقع عطا کرے۔ آمین۔

عبدالوحید
ناظم مرکزی دارالعلوم بنارس

ہندوستان کو ڈنمارک کا قرضہ

نئی دہلی:- ہندوستان [illegible]

ہے۔ حکومت ڈنمارک کی طرف سے ثقافت [illegible] اور ترقی پذیر ملکوں کو امداد دینے کے وزیر مسٹر [illegible] پیٹرسن اور ہندوستان کی طرف سے کوپن ہیگن میں مقیم ہندوستان کے سفیر شری ایچ [illegible] سفرانی نے دستخط کئے۔ قرضہ جو سود سے پاک ہے جو سات سال کی رعایتی مدت کو شامل کرتے ہوئے ۲۵ سال میں ادا کیا جائیگا

کیا اہل کتاب کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں؟

(بسلسلہ صفحہ اول)

ذریعے کہ قرآن پر ایمان لانے اور رسول پر ایمان لانے ... وغیرہ کہتے ہیں اور پھر اس بات پر غور کیجئے کہ قرآن اور رسول اللہ پر ایمان نہ لانے کو کفر قرار دیا گیا ہے تو اسی سلسلہ کلام میں چند ہی آیتوں کے بعد اس مضمون کی آیت کس طرح آ سکتی ہے کہ اہل کتاب کے لئے قرآن پر یا رسول پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے اس کے علاوہ ان کی بات جو کہی ہے وہ تو نہایت بودے قسم کا مغالطہ ہے۔ چونکہ تمام کتاب ہی کتب منسوب ہے چہ جائیکہ قرآن مجید ہیں۔

دوسری یہ کہ یہ آیت تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ سورہ مائدہ میں بھی وارد ہے۔

بے شک جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابی اور نصاریٰ جو بھی ایمان لایا اللہ پر اور یوم آخرت پر اور اس نے عمل صالح کئے تو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۶۹ مائدہ)

وہاں ٹھیک اوپر کی آیت یہ ہے۔

کہہ دو اے اہل کتاب تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے جب تک تم توراۃ و انجیل کو قائم نہ کرو اور اس چیز کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے اور ان میں بہتوں کے اندر وہ چیز جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے سرکشی اور کفر کو بڑھا دیتی ہے تو تم اس کافر قوم پر رنج نہ کرو۔

(۶۸ مائدہ)

یہاں ظاہر ہے کہ ما انزل الیکم من ربکم سے مراد قرآن مجید ہے جس کے توراۃ انجیل کے ساتھ قائم کرنے کا ان سے مطالبہ کیا گیا ہے اور جس کا قائم نہ کرنا ان کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے کہ سرے سے خدا کے نزدیک ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو خدا کا محبوب اور چہیتا قوم سمجھیں۔ یہاں توراۃ و انجیل کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ قرآن پر اور پیغمبر آخر الزماں پر ایمان لایا جائے جس کے وہ خود منتظر ہیں اور جن کی بابت ان صحیفوں میں پیغمبر آخر الزماں کے بارے میں تم سے پیشگوئیاں ہیں۔

اس مضمون کی مزید وضاحت ان کی اوپر کی آیتوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہوا ہے۔

اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے، اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کر دیتے۔ اور اگر توراۃ اور انجیل کو قائم کرتے اور اس چیز کو قائم کرتے جو ان کے رب کی جانب سے ان کی طرف اتاری گئی ہے تو وہ اوپر اور نیچے کی ہر طرف سے خدا کا فضل پاتے ان میں سے ایک جماعت میانہ رو ہے۔ لیکن ان میں زیادہ ایسے ہیں جن کے عمل برے ہیں۔ اے رسول جو چیز تم پر تمہارے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے اسے اچھی طرح پہنچا دو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو گویا اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافروں کو راہ کامیاب نہیں کرتا۔

(۶۵-۶۷ مائدہ)

اس آیت میں جو توراۃ و انجیل کے قائم کرنے سے مراد در حقیقت قرآن پر ایمان لانا ہے۔ اور اس کا قائم کرنا ہے کیونکہ اس پر ایمان لانے کا ان سے انہی کی کتابوں میں جو ان سے آخری پیغمبر کے بارے میں توراۃ و انجیل میں پایا گیا تھا۔ ساتھ ہی اس میں یہود و نصاریٰ کو یہ اطمینان بھی دلایا گیا ہے کہ انہیں اس بات کا اندیشہ نہ ہونا چاہئے کہ اگر وہ قرآن پر ایمان لائے تو ان تمام دنیوی فوائد و منافع سے محروم ہو جائیں گے جن سے اس وقت وہ متمتع ہو رہے ہیں۔ اگر وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے ایمان لے آئیں اور انہیں اپنے موجودہ مفادات سے دست کش ہونا پڑے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے اپنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دے گا۔

تیسرے یہ کہ قرآن مجید میں اس بات کی تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد سے اہل کتاب میں سے خدا کی رحمت سے وہی اہل کتاب حصہ پائیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے لئے رحمت کی دعا مانگی تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ رحمت ان لوگوں کے لئے خاص ہوگی جو تقویٰ اختیار کریں گے زکوٰۃ دیتے رہیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے اور ان میں سے جن کو پیغمبر آخر الزماں کی بعثت نصیب ہوگی وہ ان پر بھی ایمان لائیں گے۔ سورہ اعراف میں ارشاد ہے۔

اور ہمارے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا میں اپنا عذاب جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں۔ اور میری رحمت ہر چیز کو عام ہے۔ پس میں اس کو مخصوص کروں گا ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کریں گے۔ اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے۔ اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے۔ یعنی جو اس رسول نبی امی کی پیروی کریں جس کو لکھا ہوا پاتے ہیں۔ توراۃ اور انجیل میں جو ان کو حکم دیتا ہے نیکی کا اور روکتا ہے برائی سے اور حلال ٹھہراتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزیں اور حرام ٹھہراتا ہے ناپاک چیزیں اور ان سے دور کرتا ہے وہ بوجھ اور پھندے جو ان پر پڑے ہیں۔ جو اس پر ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی تائید کی اور مدد کی اور اس نور کی پیروی کی وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(۱۵۶-۱۵۷ اعراف)

چوتھے یہ کہ قرآن مجید میں اس بات کی تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت تمام دنیا کے لوگوں کے لئے ہوئی ہے اور آپ نے تمام خلق کو عموماً اور اہل کتاب کو خصوصاً اپنی نبوت پر ایمان لانے کی غیر مبہم الفاظ میں دعوت بھی دی ہے۔ چنانچہ اہل کتاب کو خاص طور پر مخاطب کر کے آپ نے ان الفاظ میں دعوت دی کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اس اللہ کا جس کے لئے ہے آسمان اور زمین کی بادشاہی نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر جو ایمان لاتا ہے اللہ اور اس کے کلمات پر اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نجات کے لئے جس طرح دوسروں کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اہل کتاب کے لئے بھی ضروری ہے بلکہ قرآن کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لئے دوسروں کے بالمقابل زیادہ ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے صحیفوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیاں اور علامتیں موجود تھیں اور ان سے ان نبیوں کے واسطے سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ جب آنحضرت کی بعثت ہوگی تو اس پر ایمان لائیں گے۔ اور سب سے زیادہ جو کچھ ان کو کرنا ہے ... قرآن نے ان کو تاکید کی ہے کہ ... اس کو قبول کرنے میں سبقت کریں نہ کہ اس کی تکذیب میں سبقت کرنے والے ہوں۔

یہاں یہ حقیقت واضح رہے کہ اس معاملہ میں قرآن مجید نے یہود اور دوسرے اہل کتاب میں کوئی فرق نہیں کیا ہے جا بجا یہ بات صاف ہے کہ دونوں اہل کتاب کے نجات کے لئے آنحضرت اور قرآن مجید پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اہل کتاب کے صالح لوگوں کی قرآن نے جگہ جگہ تعریف کی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کی نیکی ان کی نجات کے لئے کافی تھی بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا رویہ ان کی حق پسندی کے سبب سے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اچھا تھا۔ اور ان میں سے اکثر آنحضرت پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ دوسرے آسمانی مذاہب اور آسمانی صحیفوں کے بارے میں قرآن مجید کا یہ موقف ضرور ہے کہ وہ ان کے آسمانی ہونے کی تصدیق کرتا ہے لیکن اس تصدیق کے بھی یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ان کو کافی مانتا ہے۔ اور اگر ان کے پیرو نیک نیتی کے ساتھ ان کی پیروی کرتے رہیں تو بغیر ان کی نجات کے لئے کافی ہوں گی بلکہ وہ ان کے آسمانی ہونے کی تصدیق کے ساتھ بالکل غیر مبہم الفاظ میں یہ بات کہتا ہے کہ ان صحیفوں میں بہت سی تحریفیں ہو چکی ہیں جن کے سبب سے یہ قابل وثوق نہیں رہے۔ اب خدا کی دین کا محفوظ صحیفہ قرآن ہے اس کے سوا صراط مستقیم پانے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔

آنحضرت کی بعثت کے بعد دنیا کے لئے صراط مستقیم پانے اور نجات حاصل کرنے کا ذریعہ اگر کوئی ہے تو یہی ہے کہ آنحضرت پر ایمان لایا جائے۔ اور آپ کی پیروی کی جائے اس کے سوا نجات حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

ضروری اطلاع

بر بنائے اخبار ہی اشاعت کے مقامی نمائندے تہنیت یا تعزیت وغیرہ روانہ کرتے ہیں انہیں ضروری ہے کہ انگریزی مہینہ کی بیس تاریخ کے اندر یہ چیزیں دفتر میں پہنچا دیں۔ جو چیزیں اس تاریخ کے بعد دفتر پہنچتی ہیں وہ شائع نہیں ہو سکتیں لہٰذا دفتر کو معذور سمجھیں فقط

(ادارہ)

پیرس میں امریکہ اور شمالی ویٹنام کے درمیان مذاکرات

وزیر اعظم ہند نے فیصلے کا خیر مقدم کیا

جموں۔ وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے امریکہ اور شمالی ویٹنام کے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان گفتگو پیرس میں ہو۔ شریمتی اندرا گاندھی نے بیان کیا کہ یہ اچھی خبر ایک مدبرانہ قدم ہے۔ درحقیقت ہندوستان نے کچھ عرصے قبل طرفین کو غیر رسمی طور پر یہ تجویز پیش کی تھی۔ وزیر اعظم نے مزید کہا کہ یہ پہلی منزل دور ہو گئی ہے۔ ویٹنام میں امن قائم ہونے سے پہلے اور بہت سی مشکلات پیش آئیں گی۔ میری پرخلوص امید ہے کہ طرفین صبر اور نیک نیتی کے تحت بات چیت کریں گے۔ امید ہے کہ ابتدائی مباحث کے نتیجے میں اور تمام ممالک اعتماد کا اظہار پائیں گے۔ یہ ان کی کامیابی کی متمنی ہوں۔

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن طلبا کی بہبود سے متعلق اسکیموں میں مدد دے گا

نئی دہلی۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے امسال اپنے تمام پروگرام کے علاوہ طلباء کی بہبود اور ان کو مختلف قسم کی سہولتیں بہم کرنے کی اسکیموں میں یونیورسٹیوں کی مدد کرنے کی خصوصی گنجائش رکھی ہے۔ مرکزی حکومت نے اس مقصد کے لئے ۵۰ لاکھ روپیہ کی منظوری دی ہے۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے یونیورسٹیوں کے صلاح و مشورہ سے جو اسکیمیں شروع کی ہیں ان میں گھر بیٹھ کر کتابیں پڑھنے کے لئے لائبریریوں کا اہتمام اور موجودہ ہوسٹلوں میں قیام و طلبا کے حالات کو بہتر بنانا ہے۔

طلبا اور غیر تعلیمی عملے کے لئے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں طبی امداد ہیلتھ سروس کے آغاز کا بھی پروگرام بنایا گیا ہے۔ سائنس ورکشاپ کا استحکام کرنے اور طلباء کو مختلف فنون مثلاً نقش کے کام، فوٹوگرافی اور فرنیچر سازی کی رضاکارانہ تربیت کے لئے سہولتیں فراہم کرنے کی تجویزیں بھی زیر غور ہیں۔

کے سامنے ظاہر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

کمیشن نے ۱۰ پرچوں کے ۱۰۰ مطبوعاتی پینل تشکیل دیئے تھے جن میں سے بعض نے اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے۔

سوتی کپڑوں، انجینئرنگ بورڈوں کی کارکردگی پیداواری صلاحیت اور تحریک تو انین محنت اور ملازمین کی تعلیم سے متعلق رپورٹیں شائع ہیں۔ یہ رپورٹیں حاصل کرنے کے خواہشمند حضرات حسب ذیل پتہ پر ربط قائم کر سکتے ہیں:۔

منیجر پبلیکیشنز گورنمنٹ آف انڈیا

سیول لائنز دہلی

مسائل محنت سے متعلق اسٹڈی ٹیم کی رپورٹ

نئی دہلی۔ محنت سے متعلق قومی کمیشن نے مسائل محنت کے سلسلے میں مختلف اسٹڈی ٹیموں کی تیار کردہ رپورٹوں کو عوام

انگول ڈویژن میں ملازمین ڈاک کی قلم رکھد ہڑتال

پوسٹ ماسٹر جنرل آندھرا سرکل کا پریس نوٹ

حیدرآباد۔ انگول پوسٹل ڈویژن کے کچھ ملازمین کی ہڑتال قلم رکھدہ ہڑتال کی شکل میں تا حال افتراقی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ جس سے عوام کے لئے ضروری خدمات پر اثر پڑ رہا ہے۔ انگول میں اسی انجمن کے سلسلے میں ملازمین ڈاک کی کل ہند یونین درجہ سوم، ڈاکیے اور درجہ چہارم (آندھرا سرکل) نے حسب ذیل وجوہات بیان کی ہیں۔

(۱) بعض ملازمین کا تبادلہ ان کی یونین کی سرگرمیوں کی بنا پر کیا گیا ہے۔

(۲) راہداری کے ریکارڈ میں انگول کے ڈاک خانوں کے سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے خراب رپورٹوں کا غیر جانبدارانہ اندراج۔

(۳) یونین کے داخلی معاملات میں انگول کے ڈاک خانوں کے سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے مداخلت۔

پوسٹ ماسٹر جنرل نے یونین کے جانب سے پیش کئے گئے غیر جائز تبادلے کے معاملات کی تحقیق کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ تبادلے کے بعد تبادلے معمول کے مطابق ہوئے اور ان کا مقصد کسی کو بالواسطہ سزا دینا نہیں تھا۔ راہداری کے ریکارڈ میں خراب رپورٹوں کے اندراج کے بارے میں یونین سے یہ وضاحت کی گئی کہ اس ضمن میں مناسب طریقہ یہ ہے کہ متاثرہ ملازمین اپیل کی سماعت کے مجاز حکام سے رجوع ہوں۔ متاثرہ ملازمین سے اپیل موصول ہوئے بغیر خراب رپورٹوں کو ریکارڈ سے خارج کرنے کے اقدامات کی اجازت ممکن نہیں ہے۔ مذکورہ بالا احتجاج سے جو ڈاک خانے متاثر ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔ تنالی، راجمندری، کاکناڈا، ہنمکنڈہ (ورنگل)، کریم نگر، محبوبنگر، نلگنڈہ، کڑپہ، انگول۔

جہاں تک حیدرآباد اور سکندرآباد کا تعلق ہے حیدرآباد کے بڑے ڈاک خانے میں صرف ڈاکیوں اور ملازمین درجہ چہارم نے قلم رکھدہ ہڑتال کی ہے۔

سکندرآباد کے صدر ڈاک خانہ اور سکندرآباد کے کچھ شہری ضمنی ڈاک خانوں میں قلم رکھدہ ہڑتال کی گئی۔ حیدرآباد کے بڑے ڈاک خانہ میں اکسپرس ڈیلیوری کے خطوط کی ترسیل اور غیر رجسٹرڈ رشتوں کی ڈیلیوری کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے۔ سکندرآباد کے صدر ڈاک خانہ اور دوسرے ڈاک خانوں میں بھی کام کو مزید بہتر بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ سکندرآباد کے صدر ڈاک خانے میں غیر رجسٹرڈ اشیاء خصوصی عملے کے ذریعہ بھیجی گئیں۔ مذکورہ بالا ڈاک خانوں میں جہاں کچھ ملازمین نے قلم رکھدہ ہڑتال کی ہے کاؤنٹر پر عملے کو موجود رکھنے اور ڈاک کی ترسیل کے سلسلے میں معمول کی سروس برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی۔

ان واقعات کی اطلاع پوسٹ ماسٹر جنرل آندھرا سرکل کے ایک پریس نوٹ میں دی گئی ہے۔

استفتاء

گذشتہ اخبار میں شائع کیا گیا تھا کہ مدرسہ رحیمیہ کی جانب سے سید عبداللہ صاحب مدنی کو ایک سو روپیہ اور ان کے سمدھی کو پچاس روپیہ ملتے ہیں۔ ہم نے کہا تھا کہ اگر یہ خبر جھوٹی ہے تو آپ علی الاعلان انکار کر دیجئے۔ لیکن صاحب موصوف نے ہنوز انکار نہیں کیا جس سے یقین ہو گیا ہے کہ ضرور ان کو یہ روپیہ بلا معاوضہ مفت مل رہا ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مولوی صاحب اور ان کے سمدھی خود کو سید بتاتے ہیں۔ پھر سالہا سال سے خیرات کا مال بلا معاوضہ کھا رہے ہیں لہذا مولوی صاحب سے فتویٰ طلب ہے۔

کیا سید کے لئے خیرات اور صدقہ کا مال حلال ہے؟ یقیناً آپ کے نزدیک تو حلال ہوگا۔ مہربانی فرما کر اس علت کو بیان فرمائیے۔ اگر سید کیلئے خیرات وغیرہ حلال نہیں تو جو سید سالہا سال سے حرام کھا رہا ہے کیا وہ شریعت کے کسی منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ مثلاً مفتی، قاضی، امیر المومنین، امیر المجلس وغیرہ وغیرہ بلکہ کم از کم امام مسجد یا موذن وغیرہ۔ بینوا توجروا۔

منجانب سید کے لئے جو حرام کھا رہا ہے اسلامی شریعت (مدیر)

عبد العزیز مرحبانی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے دائرہ الیکٹرک پریس حیدرآباد چھتہ بازار میں چھپوا کر دفتر فورٹ نائٹلی کرنول سے شائع کیا

REGD NO: H-494

نمبر خریداری

To

FROM:

AZIZ FORTNIGHTLY KURNOOL (A.P.)